بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ الفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

نمبر ۵۲۵۴ — رجسٹرڈ ایل

الفضل

مسیح موعود نمبر

فون نمبر ۴۹ — ربوہ

ایڈیٹر: روشن دین تنویر بی اے ایل ایل بی

خیرچہ ۳/

The Daily ALFAZL Rabwah

۲۶ رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ

جلد ۴۹/۱۴ | ۲۵ امان ۱۳۳۹ ہش | ۲۵ مارچ ۱۹۶۰ء | نمبر ۶۸

"آسمانی آواز"

کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح ۔۔۔ خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

آسماں پر دعوتِ حق کیلئے اک جوش ہے ۔۔۔ ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار

آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج ۔۔۔ نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

باغ میں ملّت کے ہے کوئی گُلِ رعنا کھلا ۔۔۔ آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

اسمعوا صوت السّماء جاء المسیح جاء المسیح ۔۔۔ نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار

آسماں بارد نشاں الوقت مے گوید زمیں ۔۔۔ ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بے قرار

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے ۔۔۔ وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشت خار

اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا

پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

(درثمین)

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل ربوہ دارالرحمت غربی ربوہ سے شائع کیا

روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ ۲۵ مارچ ۶۰ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم کارنامہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سب سے عظیم عالمگیر اور بنیادی اصلاح جو اس زمانہ کی بنیادی ضرورت کے متعلق فرمائی وہ یہ ہے کہ آپ نے دلائل و بیّنات اور عملی زندگی سے ثابت کیا ہے کہ اسلام کا خدا زندہ خدا اسلام کا رسولؐ زندہ رسول اور اسلام کی کتاب زندہ کتاب ہے اور اللہ تعالےٰ آج بھی اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے۔ جیساکہ وہ پہلے زمانوں میں ہوتا آیا ہے۔ آپ نے ثابت فرمایا کہ اللہ تعالےٰ آج بھی زندہ ہے اور اپنے بندوں سے تمام ان ذرائع سے ہمکلام ہوتا ہے۔ جن کا ذکر اللہ تعالےٰ نے مندرجہ ذیل آیہ کریمہ میں کیا ہے

وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراءی حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء انہ علی حکیم (سورہ شوریٰ آیت ۵۲)

اور نہیں ہے کسی انسان کے لئے کہ کلام کرے اس سے اللہ مگر بطور وحی کے یا پیچھے سے پردہ کے یا بھیجتا ہے کوئی پیغامبر تو وحی کرتا ہے حکم سے اس کے جو چاہتا ہے یقیناً وہ بلند (اور) حکمت والا ہے۔

آج دنیا کی مہلک ترین بیماری ہی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے متعلق یہ اعتقاد بنا بیٹھی ہے کہ وہ اول تو کسی سے ہمکلام ہی نہیں ہو سکتا اور اگر کبھی ہوتا بھی تھا تو پہلے ہوتا تھا آجکل نہیں ہوتا۔ اس اعتقاد کا ہی نتیجہ ہے کہ آج دُنیا مذہب کو چھوڑ بیٹھی ہے اور اللہ تعالےٰ اور معاد کا خوف اس کے دل سے فرار ہوگیا ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ دنیا کے اخلاق کی جڑیں متزلزل ہوگئی ہیں اور انسان اپنی عقل کو ہی پوجنے لگ گیا ہے۔ حالانکہ جیساکہ ہر عقلمند سے عقلمند انسان محسوس کرتا ہے اس پر حکمت کارخانہ کائنات میں انسانی عقل کا وہی درجہ ہے جو ایک سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرے کا ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسانی عقل صرف چراغ راہ تو ہے منزل نما نہیں ہے۔ عقل ہمیں ایک راستہ پر چلا سکتی ہے اور راستہ کی اونچ نیچ سے خبردار رکھ سکتی ہے لیکن وہ نہ صرف یہ کہ مقصد حیات کی حقیقت کو نہیں دیکھ سکتی بلکہ ان ذرائع کا تعین بھی نہیں کر سکتی جن سے مقصد حیات حاصل ہو سکتا ہے۔

جہاں تک اللہ تعالےٰ کی ذات کا تعلق ہے اور جس کو خدا پرست اپنا ملجا وماویٰ مانتے ہیں عقل صرف اتنا بتا سکتی ہے کہ اس پُرحکمت کارخانۂ کائنات کا کوئی صانع ضرور ہونا چاہیئے۔ لیکن وہ واقعی موجود ہے اس بات کی حقیقی معرفت عقل کے حیطۂ ادراک سے باہر ہے یہ درست ہے کہ عقل انسانی خدا شناسی میں خاص فرض سرانجام دیتی ہے۔ لیکن یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب انسان کو اللہ تعالےٰ کی معرفت کا تجسّس ہو ورنہ یہ دُنیا کے گورکھ دھندوں میں پھنس کر گمراہ ہوجاتی ہے اور اسفل سافلین میں گرجاتی ہے اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ

الا الذین امنوا وعملوا الصالحات

یعنی اسفل سافلین میں گرنے سے وہی انسان بچ سکتا ہے جو ایمان لاتا ہے اور نیک اعمال بجالاتا ہے۔ اسی طرح جہاں ایمان اور اعمال صالح کا باہم تعلق ظاہر ہوتا ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحیح اعمال صالح بغیر ایمان کے رونما نہیں ہو سکتے وہاں اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بغیر ایمان کے انسان صرف عقل کے سہارے تباہی کے گڑھے میں گرنے سے بچ نہیں سکتا۔

اس لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ پر اور معاد پر کامل ایمان پیدا کیا جائے۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم کے آغاز ہی میں فرمایا ہے کہ

ذالک الکتاب لاریب فیہ هدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب

یعنی یہ کتاب ان متقیوں کی رہنمائی کرتی ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غیب کوئی خلاء ہے جس کا ذریعہ شناخت کوئی اللہ تعالےٰ نے پیدا نہیں کیا۔ اگر غیب کے متعلق ہمیں کسی ذریعہ سے کوئی صحیح علم نہ ہو سکتا تو اس کے معنی یہی ہیں کہ غیب ہمارے لئے کوئی قیمت نہیں رکھتا اور اس پر ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں دے سکتا اور حقیقت یہ ہے کہ اگر غیب کے متعلق ہم کو یقینی علم نہ ہو تو ہم اس پر ایمان لا ہی نہیں سکتے اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ غیب کے معنے صرف یہ ہیں کہ وہ ہمارے ظاہر حواس سے محسوس نہیں کیا جا سکتا بلکہ اسکے علم کے لئے اور ذرائع ہیں جن میں سب سے زیادہ اور واضح اور ٹھوس ذریعہ اللہ تعالےٰ کا بندوں سے ہمکلام ہونا ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسا ذریعہ کبھی مسدود نہیں ہو سکتا۔ اگر اللہ تعالےٰ سے ہمکلامی کو غیر ممکن تصور کیا جائے یا یہ مانا جائے کہ پہلے تو وہ کلام کرتا تھا مگر اب نہیں کرتا تو ہمارے لئے اس کا جاننا ناممکن ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ سے ہمکلامی کے گذرے ہوئے واقعات محض داستان کی حیثیت اختیار کرلیتے ہیں اور انسان محض پرانی داستان سے متسلّی نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ اس کا ثبوت کم سے کم وہ ثبوت جو اللہ تعالےٰ نے محولہ بالا آیہ منقدسہ میں بیان کیا ہے اس کو نہ مل جائے۔

اس سے ظاہر ہے کہ ایسا مذہب جو ہر وقت ایسا ثبوت مہیا نہیں کر سکتا قابل اعتنا نہیں ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ثابت فرمایا ہے کہ آج اسلام اور صرف اسلام ہی وہ زندہ دین ہے جو یہ نہایت ضروری ثبوت مہیا کرتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"دنیا میں صرف اسلام ہی اپنے اندر یہ خوبی رکھتا ہے کہ وہ بشرط سچی اور کامل اتّباع ہمارے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے مکالمات الٰہیہ سے مشرف کرتا ہے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۳)

العرض سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے جو حقیقی اور بنیادی کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے اسلام کو ایک زندہ مذہب ثابت کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام کا خدا زندہ خدا اسلام کا رسول زندہ رسُول اور اسلام کی کتاب زندہ کتاب ہے۔

قرآن کریم کی ایک عظیم الشان پیشگوئی وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ کا موجودہ زمانہ میں ظہور

وحشی اور غیر متمدن اقوام میں بیداری کی ایک زبردست لہر

یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت ہے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۳ جنوری ۱۹۴۷ء بمقام قادیان

یہ ایک غیر مطبوعہ تقریر ہے جسے افادۂ احباب کے لئے صیغہ زود نویسی اپنی ذمہ واری پر شائع کر رہا ہے۔

فرمایا:۔
قرآن کریم میں

مسیح موعودؑ کی بعثت

کی خبر دیتے ہوئے جو علامات اس زمانہ کی بتائی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک اہم علامت قرآن کریم نے یہ بیان کی ہے کہ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ۔ اس وقت وحشی قومیں۔ غیر تعلیم یافتہ اور غیر مہذب قومیں وہ قومیں جن کا متمدن دنیا کے ساتھ کوئی بھی تعلق نہیں تھا۔ ان میں بھی خدا تعالیٰ بیداری کے سامان پیدا کر دے گا۔ دنیا پر ہمیشہ ہی لمبے زمانے چلے آئے جبکہ مختلف وحشی اقوام میں بیداری پیدا ہوئی۔ مثلاً وہ قوم جس میں خود میرا تعلق ہے۔ اس کے افراد بھی ایک زمانہ میں بالکل وحشی اور بربریت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ مگر پھر ایک دور ان پر ایسا آیا جب ان میں

بیداری پیدا ہوئی

اور وہ ایک طرف جاپان کی حدود تک اور دوسری طرف آسٹریا کی حدود تک ملکوں کو فتح کرتے ہوئے چلے گئے۔ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عربوں میں بھی جو ایک وحشی قوم تھی بیداری پیدا ہوئی اور عرب ساری دنیا میں پھیل گئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب بھی وحشی کہلاتے تھے۔ وحشی کے معنے ہیں وہ لوگ جو شہروں میں نہیں رہتے۔ عرب اقوام بھی اس لئے وحشی کہلاتی تھیں کہ تمدن کی زندگی کے سامانوں سے وہ دور بھاگتی تھیں چنانچہ بائیبل میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو پیشگوئی آتی ہے۔ اس میں آپ کا اور آپ کی قوم کا نام وحشی ہی رکھا گیا ہے۔ غرض ایسے حالات تو ہمیشہ پیدا ہوتے رہے ہیں۔ کہ کوئی ادنیٰ قوم بیدار ہو گئی مگر قرآن کریم کہتا ہے۔

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ

ایک زمانہ میں تمام غیر متمدن اقوام میں بیداری کے سامان پیدا کئے جائیں گے۔ یہ ایسی ہی خبر ہے جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری خبر دی۔ کہ مہدی کی علامات میں سے ایک یہ بھی علامت ہے کہ اس کے زمانہ میں سورج اور چاند کو معین تاریخوں میں گرہن لگے گا۔ اور آپ نے فرمایا جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ سورج اور چاند دونوں کو ایک معین مہینہ اور معین تاریخوں میں گرہن ہوا اسی طرح یہ بھی

ایک ایسی علامت ہے

کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے۔ کسی نبی یا غیر نبی کے زمانہ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یعنی ایسا کبھی نہیں ہوا کہ تمام کی تمام وحشی اقوام میں بیداری پیدا ہو گئی ہو۔ تاریخ میں بے شک اس قسم کی مثالیں تو ملتی ہیں۔ کہ مختلف زمانوں میں مختلف اقوام میں بیداری پیدا ہوئی۔ کسی وقت سامی اقوام میں بیداری پیدا ہوئی۔ کسی وقت بربر قوم میں بیداری پیدا ہوئی۔ اور وہ لوگ دنیا میں ترقی کر گئے۔ یہ مثالیں تو ملیں گی۔ مگر ہر زمانہ میں ہزاروں ہزار قومیں ایسی بھی ملیں گی۔ جن میں بیداری پیدا نہیں ہوئی۔ اور وہ

جہالت اور تاریکی

میں ہی اپنی زندگی کے ایام بسر کر گئیں۔ اور بیداری کا دور جو دوسری قوموں پر آیا تھا۔ اس میں سے انہوں نے کچھ بھی حصہ نہ لیا۔ لیکن مسیح موعودؑ کے زمانہ کے متعلق یہ خبر دی گئی تھی۔ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ اس زمانہ میں

تمام وحشی اقوام میں بیداری

پیدا ہو جائے گی۔

پس یہ علامت صرف موجودہ زمانہ کے ساتھ ہی تعلق رکھتی ہے۔ اور یہی وہ زمانہ ہے۔ جس میں ادنیٰ اقوام بھی بیدار نظر آتی ہیں۔ چنانچہ چوہڑے سانسی اور آدی باسی وہ اقوام ہیں۔ جن میں ہمیشہ سے جمود پایا جاتا تھا۔ اور جب سے دنیا کو ہندوستان کی تاریخ کا علم ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ ان میں کبھی بیداری پیدا نہیں ہوئی پاکستان کی

ساڑھے تین ہزار سال کی تاریخ

دنیا کے سامنے ہے۔ مگر اتنے لمبے عرصہ میں ان میں کبھی بیداری پیدا نہیں ہوئی۔ لیکن اب دیکھ لو۔ ان میں کیسی بیداری نظر آ رہی ہے۔ کبھی تو یہ حالت تھی کہ انہیں اپنے حقوق کا کچھ علم ہی نہیں تھا۔ اور کجا یہ حالت ہے۔ کہ ان کے اندر اس قسم کی زندگی پیدا ہو گئی ہے۔ کہ لوگوں نے ان کا سودا شروع کر دیا ہے۔ ہندو کہتے ہیں کہ یہ ہمارے بھائی ہیں۔ مسلمان کہتے ہیں یہ ہمارے بھائی ہیں عیسائی کہتے ہیں یہ ہمارے بھائی ہیں۔ غرض وہ قومیں جن کی طرف کوئی توجہ بھی نہیں کرتا تھا۔ آج ساری قومیں انکی طرف توجہ کر رہی اور انہیں اپنا بھائی قرار دے رہی ہیں۔

لطیفہ مشہور ہے

کہ کسی شہر میں میونسپل کمیٹی کے الیکشن کے موقعہ پر ایک معزز زمیندار کو اس کے دوستوں نے مشورہ دیا۔ کہ آپ بھی الیکشن کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ پہلے تو اس نے انکار کیا اور کہا کہ میں کھڑا نہیں ہوتا۔ مگر آخر دوستوں کے اصرار پر کھڑا ہو گیا۔ اور چونکہ وہ رئیس تھا سمجھتا تھا۔ کہ مجھے کامیابی میں کوئی مشکل پیش نہیں آ سکتی۔ جب وہ الیکشن کے لئے کھڑا ہوا تو مخالفوں نے اس کے مقابلہ میں ایک اور امیدوار کھڑا کر دیا۔ اور آخر اسے اپنے مخالف کی طاقت بڑھتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس زمیندار کے دوست اس کے پاس آئے۔ اور کہا کہ یہ تو بڑی ذلت کی بات ہے کہ آپ رہ جائیں۔ اور مخالف کامیاب ہو جائے۔ اس نے کہا میں تو پہلے ہی کھڑا نہیں ہونا چاہتا تھا۔ تمہارے زور دینے پر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے کہا چاہے کچھ ہو اب تو عزت کی بات ہے ہمیں

اپنا سارا زور صرف کر دینا چاہیئے

کہ مخالف کامیاب نہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے خوب کوشش کی۔ اور ووٹ حاصل کئے۔ مگر پھر بھی ۱۰۔ ۱۵ ووٹوں کی کمی محسوس ہوئی۔ آخر انہیں معلوم ہوا کہ ۱۸ ووٹ چوہڑوں کے رہتے ہیں۔ اگر وہ ہمیں مل جائیں۔ تو ہماری کامیابی یقینی ہو جاتی ہے۔ اتفاق کی بات ہے اس زمیندار کے ہاں جو چوڑھا کام کرتا تھا وہی چوڑھوں کا نمبردار تھا۔ جب اس کے دوستوں نے کہا کہ یہ چوڑھوں کے اٹھارہ ووٹ کسی طرح حاصل کریں تو زمیندار کہنے لگا۔

یہ تو کوئی مشکل بات ہی نہیں۔ میں ابھی نمبردار کو بلاتا ہوں چنانچہ اس نے بلانے کے لئے آدمی بھجوایا اس نے کہہ بھیجا کہ چوہدری صاحب میری طبیعت خراب ہے میں اس وقت آ نہیں سکتا حالانکہ

واقعہ یہ تھا

کہ دوسری پارٹی اُس سے سودا کر رہی تھی۔ آخر پھر اُسکے دوست آئے اور کہا کہ جس طرح بھی ہو یہ ووٹ حاصل کریں۔ ورنہ ہماری کوئی عزت نہیں رہے گی۔ اس نے پھر پیغام بھیجا اور مجھے ایک ضروری کام ہے جلدی آؤ اور مجھ سے مل جاؤ مگر چوڑھوں کے نمبردار نے پھر اپنے گھر سے ہی کہلا بھیجا کہ میری طبیعت اچھی نہیں میں نہیں آ سکتا۔ جب اسی طرح کئی بار ہوا تو دوستوں نے کہا اب بلانے کا وقت نہیں آپ خود اُسکے پاس پہنچیں چنانچہ چوہدری صاحب اپنے دوستوں کو ساتھ لے کر پنڈورے پہنچے دیکھا تو وہ اندر چارپائی پر لیٹا ہوا تھا اور اُس نے لحاف اوڑھا ہوا تھا۔ چوہدری صاحب گئے اور منتیں کرنے لگے کہ اِس وقت میں بڑی مشکل میں گرفتار ہوں تم پنڈورے کے سارے ووٹ مجھے دلواؤ۔ وہ کہنے لگا چوہدری صاحب دیکھئے میں تو بیمار پڑا ہوں میں یہ کام کس طرح کر سکتا ہوں۔ پیچھے سے اس کے دوست اُسے چٹکیاں کاٹیں کہ جس قدر خوشامد کر سکتے ہیں کریں ورنہ ناک کٹ جائے گی اور

دوسری پارٹی جیت جائیگی

اس پر چوہدری صاحب پھر منتیں کرنے لگے کہ دیکھو اس وقت میری عزت صرف تمہارے ہاتھ میں ہے میں جو کچھ کہتا ہوں اسے مان لو۔ اس نے کہا چوہدری صاحب آپ بزرگ آدمی ہیں اور آپ کی عزت میرے دل میں بہت ہے مگر دیکھئے مجھے تپ چڑھا ہوا ہے میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔ وہ پھر اس کی خوشامدیں منتیں کرنے لگے۔ دوست بھی اسے بار بار اشارہ کریں کہ جو کچھ لجاجت ہو سکتی ہے کرو ورنہ کام خراب ہو جائے گا اس بیچارے نے پھر خوشامدیں شروع کر دیں آخر نمبردار کہنے لگا۔ رات کو میں اپنے ساتھیوں کو بلاؤں گا اور آپ کی بات پر غور کروں گا اس وقت تو میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے دوست کہنے لگے یہ

رات کا مشورہ

محض بہانہ ہے دوسری پارٹی سے ان کا سودا ہو رہا ہے اسلئے جو کچھ طے کرنا ہے ابھی طے کر لو چنانچہ تنگ آ کر چوہدری صاحب نے اس چوہڑے کے پیر دبانے شروع کر دئے اور بار بار کہیں چوہدری صاحب یہ کام آپ نے ہی کرنا ہے پانچ سات منٹ اپنے پاؤں دبوا کر وہ چوڑھا کہنے لگا اچھا پھر آپ کی خاطر میں یہ بات مان لیتا ہوں ووٹ آپ کو ہی دئے جائیں گے تو دیکھو واذالوحوش حشرت کی پیشگوئی

کس شان اور عظمت کے ساتھ پوری ہوئی

ہے کہ وہ اقوام جن کا سڑکوں پر چلنا بھی دشوار تھا آج ان کے افراد حکومت کے کاموں میں شریک ہو رہے ہیں یہی معنے اس آیت کے تھے کہ واذالوحوش حشرت ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جس میں تمام کی تمام وحشی اور ادنےٰ اقوام بیدار ہو جائیں گی اور ان میں بھی زندگی کے آثار نظر آنے لگ جائیں گے۔ یہ تو ہندوستان کا حال ہے۔ بیرونی ممالک میں سے

افریقہ کے باشندے

ایسے ہیں جو تہذیب و تمدن سے کوسوں دور تھے اور جن میں ہزاروں سال سے کوئی بیداری نہیں پائی جاتی تھی۔ تہذیب کا لہریں مارتا ہوا دریا جب افریقہ کی سنگلاخ زمین تک پہنچتا تو یوں معلوم ہوتا کہ وہ دریا اُس کی ریت میں غایب ہو گیا ہے چنانچہ ۱۸۷۲ء تک مسلمان پہلو بہ پہلو رہتے ہوئے اس میں داخل نہ ہو سکے اور انہوں نے یہاں کی جہالت اور تاریکی کو دور کرنے کی کوئی کوشش نہ کی بیشک عیسائیت نے اس طرف رخ کیا مگر عیسائیوں نے اس لئے رخ نہیں کیا کہ وہ ان اقوام میں اپنے حقوق کے حصول کے متعلق بیداری پیدا کریں بلکہ اسلئے کہ . . .

. . . .

. . . . وہ اقوام عیسائیوں کے پیچھے چلتی چلی جائیں۔

یہی وجہ ہے

کہ عیسائیت کے ماتحت سو سال میں بھی افریقن لوگوں میں بیداری پیدا نہیں ہوئی بہرحالات اسی طرح چلتے چلے آ رہے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے واذالوحوش حشرت کی پیشگوئی پورا کرنے کے لئے ہمارے دل میں تحریک پیدا کی کہ ہم اپنے مبلغ افریقہ میں بھجوائیں چنانچہ نائیجیریا۔ گولڈ کوسٹ اور سیرالیون میں ہم اپنے مشن قائم کر چکے ہیں۔ اور اب لائبیریا اور کچھ فرنچ علاقے ایسے ہیں جن میں مبلغ بھجوائے جائیں گے۔ اس طرح مغربی افریقہ میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے ایسی بیداری پیدا ہو رہی ہے کہ جس کی مثال پہلے کسی زمانہ میں نہیں ملتی۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوُا چرچ آف انگلینڈ نے ایک مشن اس غرض کے لئے مقرر کیا تھا کہ وہ یہ تحقیق کرے کہ کیا وجہ ہے افریقہ میں

عیسائیت کی ترقی رک گئی ہے

اس کمیشن نے جو رپورٹ پیش کی اس میں جا بجا یہ ذکر کیا گیا ہے کہ عیسائیت کی ترقی کا رکنا محض اس وجہ سے ہے کہ افریقہ میں احمدیہ مشن کثرت سے پھیل گئے ہیں اور ان کا مقابلہ عیسائیت سے نہیں ہو سکتا۔ پس اللہ تعالےٰ کا یہ ایک بہت بڑا فضل اور احسان ہے کہ اس نے واذالوحوش حشرت کی پیشگوئی کو پورا کرنے کا ہمیں بھی ایک ذریعہ بنا لیا اور ایسے زمانہ میں بنایا جب کہ ہماری تعداد صرف چند لاکھ ہے۔ ہمارے مقابلہ میں دوسرے مسلمانوں کی تعداد چالیس کروڑ ہے۔ چالیس کروڑ بدھ ہیں، تیس کروڑ ہندو ہیں اور یہ لوگ اگر چاہتے تو اس طرف توجہ کر سکتے تھے مگر نہ چالیس کروڑ مسلمانوں کو اس امر کی توفیق ملی کہ وہ افریقہ کی اقوام کو تہذیب و شائستگی سے آشنا کریں نہ چالیس کروڑ بدھوں کو اس امر کی توفیق ملی نہ تیس کروڑ ہندوؤں کو اس امر کی توفیق ملی کہ وہ ان ادنےٰ اقوام کو اٹھانے کی کوشش کریں۔ توفیق ملی تو ہماری جماعت کو چنانچہ ہماری جماعت کی طرف سے افریقہ میں متعدد مدارس کھل چکے ہیں اور افریقن لوگوں میں

بیداری کے آثار

نظر آ رہے ہیں۔ بہرحال واذالوحوش حشرت کی پیشگوئی ایک ایسی پیشگوئی ہے جس کے ظہور کی مثال اس سے پہلے اور کسی زمانہ میں نہیں ملتی اور پھر ایک زائد بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں اسباب کی توفیق عطا فرمائی کہ ہم اس پیشگوئی کو پورا کرنے والے بنیں۔ اس طرح وہ تمام مبلغ جو افریقہ میں کام کر رہے ہیں درحقیقت اس پیشگوئی میں شریک ہیں اور ان کے لئے یہ

ایک بہت بڑی فضیلت

کی بات ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں اس عمارت کی ایک اینٹ بننے کی توفیق عطا فرمائی جو افریقہ میں اس پیشگوئی کی صداقت کے سلسلہ میں تعمیر ہو رہی ہے۔ ابھی ان علاقوں میں ہمیں اپنی تبلیغ کو وسیع کرنے کی بہت بڑی ضرورت ہے سیرالیون۔ نائیجیریا اور گولڈ کوسٹ کی مجموعی آبادی تین کروڑ کے قریب ہے۔ اگر تین ہزار افراد پر ہم ایک مبلغ رکھیں حالانکہ تین ہزار پر ایک مبلغ قطعاً کافی نہیں ہو سکتا۔ تب بھی دس ہزار مبلغین کی ہمیں ضرورت ہوگی۔ ابھی تک وہاں ہمارے صرف ۱۵-۱۶ مبلغ ہیں۔ سترہ کے قریب مقامی مبلغ ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے مبلغین کی تعداد سو ڈیڑھ سو تک پہنچا دیں تاکہ ایک ایک دو دو مبلغ مختلف علاقوں میں کام کرتے رہیں اور تبلیغ کا کام خدا تعالےٰ کے فضل سے وسیع سے وسیع تر ہو جائے۔ اس موقعہ پر میں ایک بار پھر

جماعت کے نوجوانوں کو تحریک

کرتا ہوں کہ وہ اس عظیم الشان کام میں حصہ لینے کے لئے جس کا قرآن کریم کی پیشگوئی میں ذکر آتا ہے اور ان برکات اور فیوض سے حصہ لینے کے لئے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے مومن بندوں کے لئے مقدر کئے ہوئے ہیں اپنی زندگیاں وقف کریں تاکہ افریقہ کی مختلف اقوام میں بھی بیداری پیدا ہو اور قرآن کریم کی وہ پیشگوئی جو واذالوحوش حشرت کے الفاظ میں بیان کی گئی ہے بڑی شان اور عظمت کے ساتھ پوری ہو۔ مجھے افریقہ میں تبلیغ اسلام کی ابتدائی تحریک درحقیقت اس وجہ سے ہوئی کہ میں نے ایک دفعہ

حدیث میں پڑھا

کہ حبشہ سے ایک شخص اٹھے گا۔ جو عرب پر حملہ کرے گا اور مکہ مکرمہ کو تباہ کرنے کی کوشش کرے گا جب میں نے یہ حدیث پڑھی اُسی وقت میرے دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ اس علاقہ کو مسلمان بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ یہ انذاری خبر اللہ تعالےٰ کے فضل سے ٹل جائے اور مکہ مکرمہ پر حملہ کا کوئی خطرہ باقی نہ رہے میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہمیں بعض دفعہ منذر رؤیا آتا ہے تو ہم فوراً صدقہ کرتے ہیں جس کا

نتیجہ یہ ہوتا ہے

کہ اگر کسی کی موت کی خبر ہوتی ہے تو وہ صدقہ کے ذریعہ ٹل جاتی ہے اور صدقہ کے ذریعہ موت کی خبریں ٹل سکتی ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اگر افریقہ کے لوگوں کو مسلمان بنایا جائے تو وہ خطرہ جس کا احادیث میں ذکر آتا ہے نہ ٹل سکے۔ چنانچہ میرے دل میں بڑے زور سے تحریک پیدا ہوئی کہ افریقہ کے لوگوں کو مسلمان بنانا چاہیئے اسی بناء پر افریقہ میں احمدیہ مشن قائم کئے گئے ہیں بے شک خدا تعالےٰ نے بعد میں اور بھی سامان ایسے پیدا کر دئے جن سے افریقہ میں تبلیغ اسلام کا

کام زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوتا چلا گیا۔ مگر اصل بنیاد افریقہ کی تبلیغ کی یہی حدیث تھی کہ افریقہ سے ایک شخص اٹھے گا جو عرب پر حملہ کرے گا اور خانہ کعبہ کو گرانے کی کوشش کرے گا۔ (نعوذ باللہ) ہیں نے

اللہ تعالیٰ پر توکّل

کرتے ہوئے اس کے فضلوں کی امیدیں چاہا کہ پیشتر اس کے کہ وہ شخص پیدا ہو۔ جس کا احادیث میں ذکر آتا ہے ہم افریقہ کو مسلمان بنالیں اور اس طرح یہ پیشگوئی آپ ہی ٹل جائے اور بجائے اس کے کہ افریقہ کا کوئی شخص مکہ مکرمہ کو گرانے کا موجب بنے وہ لوگ اس کی عظمت کو قائم کرنے اور اس کی شہرت کو بڑھانے کا موجب بن جائیں۔ بہر حال ایک بڑا کام ہے جو ہمارے سامنے ہے۔ سارے افریقہ کی آبادی تیس۳۰ کروڑ کے قریب ہے اِس تیس کروڑ آبادی میں سے ۲۵ کروڑ کے قریب حبشی ہیں۔ کچھ عربوں اور حبشیوں کی مخلوط نسلیں ہیں اور کچھ خالص حبشی ہیں۔ جو مغربی ساحل سے مشرقی ساحل تک پھیلے ہوئے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ کوئی ان کے پاس آئے اور انہیں ہدایت کا رستہ بتائے۔ عیسائی بے شک اُن میں تبلیغ کرتے ہیں مگر عیسائیوں کی غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ ان کو غلام بنائیں اور

ہماری غرض یہ ہے

کہ وہ ترقی کریں اور اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو فائدہ پہنچائیں۔ وہاں اگر عربی مدارس قائم کئے جائیں اور لوگوں کو عربی زبان سکھائی جائے تو وہ بہت خوش ہوتے اور بڑے شوق کے ساتھ عربی سیکھنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ عربی زبان کے وہ ایسے عاشق ہیں کہ اگر وہ عربی پڑھ لیں تو سمجھتے ہیں کہ جادو ان کے ہاتھ آگیا ہے چنانچہ ہمارے مبلغین کی طرف سے جو رپورٹیں آتی ہیں اُن میں بار بار یہ ذکر آتا ہے کہ جہاں ہم عربی مدارس قائم کرتے ہیں وہاں لڑکے انگریزی سکولوں کو چھوڑ چھوڑ کر ہمارے مدارس میں داخل ہونے لگ جاتے ہیں اور جب اُن سے پوچھا جاتا ہے کہ تم فلاں مدرسہ کو چھوڑ کر یہاں کیوں آئے ہو تو کہتے ہیں اس لئے کہ عربی پڑھ لیں۔ وہاں عربی نہیں پڑھاتے اسلئے ہم اُسے چھوڑ کر آگئے ہیں۔ یہ

خدا تعالےٰ کا بہت بڑا فضل ہے

کہ اس نے افریقن لوگوں کے قلوب میں عربی زبان سے ایسی موانست پیدا کر دی ہے کہ وہ دوسرے سکولوں کو چھوڑ چھوڑ کر ہمارے سکولوں میں داخل ہونے کے لئے دوڑے چلے آتے ہیں یہ ظاہر ہے کہ ہمارے پاس کوئی طاقت نہیں۔ کوئی مال نہیں کوئی اور چیز نہیں جو ان کے لئے دلکشی کا باعث ہو۔ ہم انہیں اپنی طرف کس طرح متوجہ کر سکتے تھے بظاہر ہمارے پاس اُن کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا کوئی سامان نہیں تھا کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا جو ان کے لئے دلکشی کا باعث ہو۔ لیکن اللہ تعالےٰ جو دلوں کے حالات کو جاننے والا ہے اس نے افریقن لوگوں کے لئے عربی مدارس کے اجراء کو ہی بہت بڑی دلکشی کا باعث بنا دیا۔ اور وہ محض ہمارے عربی سکولوں کی وجہ سے اپنے سکولوں کو چھوڑ چھوڑ کر ہمارے پاس آجاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جس نے عربی پڑھ لی جادو اس کے قبضہ میں آگیا۔ جس کے ذریعہ وہ ہر قسم کی مصیبتیں اپنے آپ سے دور کر سکتا ہے یہ سامان ہے جو اللہ تعالےٰ نے افریقن لوگوں کو ہماری طرف متوجہ کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔

اب ہمارا کام ہے

کہ ہم اس سامان سے فائدہ اٹھائیں اور افریقہ میں علم اور تہذیب اور شائستگی نہایت وسیع طور پر پھیلا دیں۔ دنیا میں ہر نیک سے نیک کام کی توجیہہ ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر ہم افریقہ میں تہذیب و تمدن قائم کر دیں۔ اگر ہم افریقہ میں علوم و فنون کے چشمے جاری کر دیں اگر ہم افریقہ میں ایک نئی روح اور ایک نئی زندگی پیدا کر دیں تو دنیا ہمارے اس کام کی سوائے اس کے اور کوئی توجیہہ نہیں کرسکے گی کہ افریقہ میں کام کرنے والی ایک مومن جماعت تھی جس نے اپنے نفسوں کو فدا کر کے ایک نئی دنیا پیدا کر دی۔ غرض افریقہ ہمارے لئے

تبلیغ کا ایک بہت بڑا میدان ہے

اور بھی مختلف ممالک مختلف حیثیتوں سے ہمارے لئے نہایت اہمیت رکھتے ہیں مثلاً عرب ہمارے لئے اہمیت رکھتا ہے اس نقطۂ نگاہ سے کہ عرب ہمارا مربی اور ہمارا ہادی ہے ہم نے عرب سے ہدایت پائی۔ ہمیں عرب سے قرآن پہنچا اور اب ہمارا فرض ہے کہ ہم ان لوگوں تک احمدیت کا نام پہنچائیں۔ مگر اس نقطۂ نگاہ سے کہ دنیا میں ایک بہت بڑا براعظم خالی پڑا تھا اور اس پر تہذیب و تمدن کا دور کبھی نہیں آیا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے چاہا ہے کہ اُس براعظم میں بھی

تہذیب و تمدّن کا دَور

قائم کرے۔ افریقہ میں تبلیغ اسلام کوئی معمولی مسئلہ نہیں بلکہ بہت بڑی اہمیت رکھنے والا مسئلہ ہے۔ اگر ہماری جماعت اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جائے تو کم سے کم اس دلیل کے آگے دشمن بول نہیں سکتا۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری جماعت کے زیادہ سے زیادہ نوجوانوں کو اپنی زندگیاں وقف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور پھر کام کرنے والوں کو ایسے رنگ میں کام کرنے کی ہمت بخشے کہ وہ اپنا گزارہ بھی آپ ہی پیدا کر سکیں وہ لوگ بیوقوف ہوتے ہیں۔ جو اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ اُن کے پاس خرچ کے لئے کس قدر رقم ہے اللہ تعالےٰ نے ہر شخص کا گزارہ اُسکے دماغ میں پیدا کیا ہے اگر وہ اس خزانہ کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے تو کامیاب ہو جاتا ہے اور اگر وہ اس خزانہ کی طرف اپنا ہاتھ نہیں بڑھاتا تو ناکام رہتا ہے۔ اس کے گھر میں سامان موجود ہوتا ہے مگر وہ اپنی نادانی سے اِدھر اُدھر بھاگتا پھرتا ہے

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے

کہ وہ ہمارے نوجوانوں کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ نہ صرف وہ اپنے گزارے چلا سکیں بلکہ دوسرے ممالک کے مبلغین کی بھی امداد کر سکیں اور ان کے تبلیغی کاموں میں ان کا ہاتھ بٹا سکیں۔

ہم تجھ سے اپنے عہدِ وفا کو نبھائیں گے

نومیدئ حیات ملے گی وہاں کہاں
آیا مسیح و مہدئ آخر زماں جہاں
دل تیرے ساتھ ساتھ رواں ہیں کشاں کشاں
اے کاروانِ شوق کے سالارِ کارواں

تہمت طراز تہمتیں ہم پر لگا چکے
جو بار اٹھا سکا نہ کوئی ہم اٹھا چکے
ہر صبح و شام آئے تلاطم نئے نئے
طوفانِ خاک و خوں بھی ہمیں آزما چکے

گھٹتی ہوئی فضا تھی مگر دم نہ گھُٹ سکا
ماحول راہزن تھا مگر دل نہ لُٹ سکا
اِس در پہ آ کے سارا زمانہ ہی چھُٹ گیا
کچھ تو ضرور تھا کہ ترا در نہ چھُٹ سکا

جو بوجھ بھی اٹھانا پڑیگا اٹھائیں گے
جائیگا تو جہاں بھی ترے ساتھ جائیں گے
سہنی پڑیگی اہلِ جفا کی جفا تو کیا!
ہم تجھ سے اپنے عہدِ وفا کو نبھائیں گے

عبدالمنان ناہید

مسیحِ موعود

— از مکرم عبد المنان صاحب ناہید —

تجھ سے باقی علم و عرفاں کی فراوانی ہنوز
ہو رہی ہے بارشِ افضالِ ربانی ہنوز

عقلِ انسانی بھی اس بحرِ معانی میں ہے گم
کھل رہی ہیں نو بنو آیاتِ قرآنی ہنوز

حق تو یہ ہے دینے والا دے رہا ہے بے حساب
پر نہیں جاتی دلوں کی تنگ دامانی ہنوز

وہ جنہیں آتش نوائی نے تری روشن کیا
گرمیٔ محفل ہے ان شعلوں کی تابانی ہنوز

کر دیا تھا جن کو تیرے جذبِ دل نے بے حجاب
ہر طرف بکھری ہے ان جلوؤں کی ارزانی ہنوز

اہلِ دانش ایک مرکز پر سمٹ کر آ گئے۔
پر فشاں ہے دیدۂ حیراں کی حیرانی ہنوز

پا گئی پل بھر میں داناؤں کی دانائی تجھے
سر گراں ہے پھر بھی نادانوں کی نادانی ہنوز

گو بہت تسبیح کے دانے پروئے بھی گئے
ہے عیاں اجزائے ملت کی پریشانی ہنوز

جو مسلماں رزم آرا اور رجز خواں تھے کبھی
جانشیں ان کے ہیں محوِ مرثیہ خوانی ہنوز

دعویٰ داران محبت ہیں وفا نا آشنا
کارفرما ہے خلوصِ آلِ سلمانی ہنوز

آگیا دیں کا امام

— از مکرم میر اللہ بخش صاحب تسنیم —

(۱)
طور ہی طور آ گئے - لے کے سرور آ گئے
مہدی علیہ السلام
آگیا دیں کا امام

(۲)
خادمِ دینِ ہدیٰ - مظہرِ نورِ خدا
اسوۂ خیر الانام
آگیا دیں کا امام

(۳)
نور لٹاتا ہوا - رنگ بہاتا ہوا
ماہِ منیرِ تمام
آگیا دیں کا امام

(۴)
پھیل گئی روشنی - مہرِ جہانتاب کی
ہنسنے لگے صحن و بام
آگیا دیں کا امام

(۵)
جوش مٹا کفر کا - دین کو بخشا گیا
رنگِ ثبات و دوام
آگیا دیں کا امام

(۶)
پھینک کے جام و سبو - رند ہوئے باوضو
آ کھڑے صف بہ صف تمام
آگیا دیں کا امام

(۷)
آتشِ اللہ ہو - تیز ہوئی کو بہ کو
نعرۂ مستانہ عام
آگیا دیں کا امام

(۸)
جوش میں ہے زندگی - کروٹیں لینے لگی
وادیٔ بیت الحرام
آگیا دیں کا امام

(۹)
ٹوٹا طلسمِ جمود - پھر ہے تڑپ کی نمود
زندہ ہوئے روم و شام
آگیا دیں کا امام

(۱۰)
مٹ گئے سارے ہموم - فرطِ مسرت سے جھوم
امتِ خیر الانام
آگیا دیں کا امام

(۱۱)
سوختہ جانو اٹھو - غم نہ کرو غمزدو
لے کے طرب کا پیام
آگیا دیں کا امام

(۱۲)
رنج و الم دور ہیں - ظلمتیں کافور ہیں
صبح سے بڑھ کر ہے شام
آگیا دیں کا امام

(۱۳)
حق ہوا جلوہ نما - معرفت کا در کھلا
فیض ہدایت ہے عام
آگیا دیں کا امام

(۱۴)
خلوتیں تسنیم چھوڑ - بندِ غم و یاس توڑ
برسرِ محفل خرام
آگیا دیں کا امام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت

(از مکرم جناب ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب)

آج جماعت احمدیہ کو کون نہیں جانتا جس کے مردوں نے عورتوں نے اور بوڑھوں نے اور بچوں نے وہ خدمت اسلام انجام دی ہے کہ دنیا اسے حسرت کی نگاہ سے دیکھنے لگی ہے ۱۹۵۵ء کا واقعہ ہے کہ جب ہم احمدیہ مسجد لنڈن میں مقیم تھے۔ اور عید الاضحیٰ کی نماز اسی سبز گنبد والی مسجد میں ادا کی تھی اور نماز کے بعد معزز مہمانوں کے اعزاز میں جماعت احمدیہ کی طرف سے دعوۃ طعام تھی۔ اس چار سو افراد کے اجتماع میں جو مقامی۔ پاکستانی اور دیگر ملکوں کے مسلمانوں اور لنڈن کے دو سو کے قریب عیسائیوں پر مشتمل تھا۔ مشہور عیسائی مستشرق مسٹر ڈسمنڈ شا نے تقریر کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ آج جماعت احمدیہ ایک چھوٹی سی جماعت نظر آتی ہے۔ لیکن یہی جماعت ایک دن اسلام کو یورپ میں پھیلانے میں کامیاب ہو جائے گی۔ پھر اس معزز لیکچرار نے جو احمدیہ لٹریچر سے واقف تھا یہ بھی صاف طور پر کہا کہ گو میں عیسائی ہوں اور حضرت مسیح کو امن دہندہ مانتا ہوں مگر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان سے بڑھ کر امن دہندہ مانتا ہوں۔ ان الفاظ کو سن کر احمدی احباب کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی ان کے لئے وہ عید کا دن دوہری عید بن گئی۔ اس وقت خاکسار کو وہ وقت یاد آرہا تھا۔ جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۲ء میں انگریزی میں ریویو آف ریلیجنز نام کا ماہوار رسالہ جاری فرمایا تھا تاکہ یورپ میں تبلیغ اسلام کی جائے۔ اور وہاں کے لوگوں کے دلوں سے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غلط فہمیاں دور کی جائیں۔ میرا دل مقرر کے مندرجہ بالا الفاظ سن کر شکر ایزدی سے پر ہو گیا کہ میں نے اپنی زندگی میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ والسلام کے منشاء کو پورا ہوتے دیکھ لیا بلکہ ایک فاضل عیسائی مقرر عیسائیوں کے اپنے مرکزی شہر میں عیسائیوں کے ایک بڑے مجمع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت مسیحؑ سے بڑھ کر امن دہندہ بیان کر رہا تھا۔

ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ ایشیا کے ملکوں سے یورپ کے ملکوں میں جاتے ہیں۔ اور تعلیمی اور مالی فائدے اٹھا کر واپس آجاتے ہیں۔ مگر کتنے ہیں جو اسلام کا درد لے کر جاتے ہیں۔ اور وہاں کے لوگوں کے کانوں میں صداقت اسلام کی باتیں ڈالتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کو رحمت العالمین کے طور پر پیش کرتے ہیں! لیکن جماعت احمدیہ کے نوجوان ہیں۔ کہ اپنی زندگیاں وقف کر کے اور اپنے عزیز و اقارب سے سالہا سال تک جدا رہ کر اس مقدس کام کو انجام دیتے ہیں۔

یہ نوجوان اول انگریزی اور عربی کی معمولی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور پھر تبلیغ کے لئے یورپ کے مختلف ملکوں میں بھیج دیئے جاتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر بہت تھوڑے خرچ پر گذارہ کرتے ہیں اور پھر محنت شاقہ برداشت کر کے اس ملک کی زبان سیکھتے اور اس قدر مہارت پیدا کرتے ہیں کہ تھوڑے ہی وقت میں لیکچرار بن جاتے ہیں۔ اور بڑی بڑی کلبوں میں لیکچر دینے لگتے ہیں۔ پھر کئی ایک نے اپنے اپنے ملک کی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ بھی کر دیا جو کہ ان کا سنہری کارنامہ ہے۔

پھر بعض نے اپنی اپنی جگہ پر مسجدیں بھی تعمیر کروائی ہیں۔ جو کہ مجسم تبلیغ اسلام بن گئی ہیں۔ اور اس طرح پر آج یورپ میں تبلیغ اسلام کا کام مستحکم بنیادوں پر قائم ہو چکا ہے۔ اب لوگ اسلام کے متعلق گہری دلچسپی لینے لگے ہیں اور امید ہے زیادہ وقت نہ گذرے گا۔ کہ وہاں بہت سے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والے نکل آئیں گے۔ ویسے اب بھی کئی سعید الفطرت روحیں اسلام کو قبول کر چکی ہیں۔

جس وجود باجود کے ذریعہ اس قدر تبلیغ اسلام میں کامیابی ہوئی وہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جس زمانہ میں آپ کی بعثت مقدر کی گئی تھی وہ ایسا زمانہ تھا جبکہ اسلام نہایت تنزل کی حالت میں تھا۔ ظاہری اور باطنی شان کھو بیٹھا تھا۔ وہ سلطنت اسلامی جو ہمالیہ سے لے کر راس کماری تک پھیلی ہوئی تھی۔ ریزہ ریزہ ہو چکی تھی پنجاب میں وہ قوم مسلط ہو گئی تھی۔ جس کے تحت مسجدوں میں اذان کہنے والے بعض اوقات موت کی سزا چکھا دئے جاتے تھے۔ پھر عیسائیوں نے جو اپنے دین کی تبلیغ کا جذبہ لے کر یورپ سے آئے تھے عیسائیت کی تبلیغ کو وہ زینت دی کہ ہزاروں ہزار بلکہ لاکھوں کی تعداد میں کلمہ گو مسلمانوں نے عیسائیت پر ایمان لا کر اسلام سے بیزاری کا اظہار کر دیا تھا۔ بعض نے ان میں سے نہایت گندہ لٹریچر اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شائع کیا۔ الغرض اُن لوگوں کے لئے وہ زمانہ نہایت تکلیف کا زمانہ تھا۔ جن کے دل میں اسلام کا درد تھا۔ ایسے پر آشوب زمانہ میں خدا تعالیٰ نے جس نے اپنے کلام پاک میں فرمایا تھا کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کہ ہم نے ہی اس ذکر یعنی اسلام کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کیلئے محافظ ہیں۔ قصبہ قادیان میں چودھویں صدی کے شروع میں خدمت اسلام کے لئے مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو اپنی وحی پاک سے مضبوط فرمایا۔ اور علم لدنی عطا کیا۔ اور ہزارہا معجزات آپ کے ذریعہ دکھلائے۔ اس طرح پر اسلام کی حفاظت اور ترقی کے سامان پیدا کر دیئے آپ نے بدیں الفاظ دنیا کو للکارا۔

"اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو۔ اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے ..... اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں"۔ الخ (تریاق القلوب ص۱۳)

آپ نے تمام عمر خدمت اسلام میں صرف کر دی ۱۸۹۶ء میں جلسہ اعظم مذاہب میں پڑھے جانے کے لئے جو مضمون بطور نمائندہ اسلام آپ نے لکھا وہ تمام مضمون تائید الٰہی کا ایک زندہ نشان تھا۔ اس کے متعلق قبل از وقت بطور پیشگوئی بذریعہ اشتہار اعلان کر دیا گیا تھا۔ کہ یہی مضمون سب مضمونوں سے بالا رہے گا۔ چنانچہ جب وہ مضمون جلسہ میں پڑھا گیا۔ تو منتظمہ کمیٹی نے اس کے بالا ہونے کا فیصلہ کیا۔ جس کا ذکر انگریزی اخبار سول ملٹری گزٹ لاہور نے بھی کیا۔

الغرض آپ نے نہایت وفادار سے وفادار فرزند کی طرح اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی آبیاری کی اور ایک دن آرام نہ کیا۔ غیر از اسلام لوگوں نے تو مخالفت اور جور و ستم کرنے ہی تھے۔ مگر مسلمان کہلانے والوں نے بھی آپ کے خلاف فتوے لگا دیئے اور آپ کی راہ میں طرح طرح کی مشکلات پیدا کیں۔ اس طرح ایک طرف تو آپ اس آتش سوزاں میں جلتے ہے جو اسلام کو ملیا میٹ کرنے والی قوموں نے جلائے رکھی تھی۔ دوسری آگ ان مسلمانوں نے تیار کئے رکھی تھی۔ جو آپ کی مخالفت پر کھڑے ہو گئے تیسری حقیقی آگ محبت الٰہی کی آگ تھی۔ پھر آپنے آقا و مطاع صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی آگ پھر قرآن کریم کی محبت کی آگ پھر اسلام کی محبت اور اسے روئے زمین کے مذاہب پر غالب کرنے کی آگ۔ یہ سب کچھ برداشت کیئے رکھا۔ ایک دن بھی پائے ثبات میں فرق نہ آیا۔ حضرت ابراہیمؑ پر تو ایک بار آگ میں ڈالے جانے والا واقعہ گذرا تھا۔ لیکن اس ابراہیم کو تو عمر بھر آگ نے چین نہ لینے دیا۔ مگر کمال ہے اس کی اسلام سے وفاداری کا کہ روز موت کا مزہ چکھا۔ لیکن پھر بھی زندہ رہا اور اسلام کی گاڑی کو چلائے جاتا تھا پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ جب اپنے مولا سے اپنی جان کو گھلا دینے والے چلہ ہوشیار پور کے ذریعہ کچھ مانگا۔ تو ایک ذبیح مانگا چنانچہ آپ کی دعا کو جس کا نام آپ کے ہونے نے تضرعات رکھا۔ کیونکہ وہ انتہائی شدت کی تھیں۔ آپ کو ذبیح عطا کیا گیا۔ وہ ذبیح کون ہے۔ وہ اے احباب جماعت احمدیہ! آپ کا پیارا آقا **محمود** ہے جو بچپن سے لگاتار آج تک دین اسلام کی خدمت کے لئے وقف ہے تاکہ کہیں کوئی بے وفائی کا الزام نہ لگا دے کہ اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی برتری کے کام سے گریز کرتا ہے

آج آپ کا **محمود** اپنے جسم و جان کا ذرہ ذرہ خدمت دین کی راہ میں گھلا کر تھک کر چور ہو گیا ہے۔ آج اس پر کوئی انسان اسلام سے بے وفائی کا الزام نہیں لگا سکتا۔ آپ کا دل اس وقت بھی پوری قوت سے اسلام کی محبت سے بھرپور ہے کوئی ادھر آئے اور ہماری آنکھوں سے اس دل کو دیکھے جو زخموں پر زخم کھانے کے باوجود پوری قوت کے ساتھ چل رہا ہے۔ تاکہ اسلام کی برتری میں روک نہ پیدا ہو جائے۔ پھر اس کی اپنے آقا کے ساتھ وفا کا یہ عالم ہے کہ اس نے اپنے بارہ کے بارہ بیٹوں کو خدمت اسلام کے لئے وقف کر دیا۔ کیوں نہ وفادار بنتا اور کیوں نہ وقف اولاد کرتا۔ جبکہ اس کے والد نے ایک وقت کہا تھا کہ اگر میری اولاد اتنی ہو جتنے کہ دنیا کے درختوں کے پتے۔ اور سب کی سب مر جائے تو بھی میرے اس آرام میں خلل نہ آئے گا۔ جو مجھے اپنے مولا کی لقاء سے حاصل ہے۔

اے جماعت احمدیہ آج تیرے جیسی خوش قسمت کوئی جماعت نہیں کہ جس کو یہ مسیح موعودؑ ملا

اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید۔

حضرت مسیح موعودؑ کا سلوک اپنے دشمنوں سے

(بقیہ صفحہ ۱۳)

جب علم ہوا تو آپ اپنے آدمیوں پر ناراض ہوئے کہ خرچہ کی ڈگری کا اجراء کیوں کرایا گیا ہے۔ اور نہ صرف خرچہ کی رقم معاف کر دی بلکہ معذرت بھی کی کہ میری لاعلمی میں یہ تکلیف پہنچی ہے" (دیکھیں سلسلہ احمدیہ مصنفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی ص۱۰۸)

اس مثال سے ہمیں حضور کے انتہائی رحم و کرم اور عفو کے علاوہ اس امر کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ آپ کے اشد ترین معاندین کو بھی یقین تھا کہ آپ انتہائی اذیت اور دشمنی کا بدلہ بھی عفو اور درگزر سے دیتے ہیں۔

ناظرین اور حق کے متلاشی ذرا سوچیں۔ خدا تعالیٰ پر افتراء کرنے والے جو دنیا میں بدترین ظالم انسان ہوتے ہیں۔ کیا اس قسم کے اخلاق کریمانہ کا اظہار کیا کرتے ہیں اور کیا اس قسم کے ظالم انسان کے دشمن ان سے ایسی رافت و رحم کی توقع کیا کرتے ہیں؟

(۳) اس سے بھی بڑھ کر یہ مثال ہے کہ حضور اندرون خانہ بھی اپنے افراد خاندان کے درمیان ان دشمنوں کی رشتہ داری کا احترام کرتے ہیں اور کرواتے ہیں۔ سیرۃ المہدی ص۳۱ پر یہ روایت درج ہے۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خاکسار (حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ناقل) عرض کرتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اس حجرہ میں کھڑے تھے جو حضرت میاں شریف احمد کے مکان کے ساتھ ملحق ہے۔ والدہ صاحبہ بھی غالباً پاس تھیں۔ میں نے کوئی بات کرتے ہوئے مرزا نظام الدین کا نام لیا تو حضرت نظام الدین کہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا "میاں آخر وہ تمہارا چچا ہے اس طرح نام نہیں لیا کرتے۔"

یہ ہے وہ حسن سلوک جو حضور نے اپنے شدید ترین دشمنوں سے کیا۔

اللھم صل وسلم وبارک علیٰ محمد وآل محمد وعلیٰ عبدک المسیح الموعود۔

مثالیں تو اور بھی ہیں مگر طوالت مضمون کے خوف سے اسی پر اکتفاء کی جاتی ہے۔ اے میرے احمدی بھائیو! آؤ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں مسیح پاک علیہ السلام کے اخلاق سے منور کر دے اور اپنے غیر احمدی متلاشیان حق ذرا ان مثالوں پر اور قرآن کریم کے بیان کردہ اصول پر غور کریں کیا ان سے حضرت اقدس کی صداقت روز روشن کی طرح واضح نہیں ہو جاتی؟ فتدبروا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں کیا دیا؟

(بقیہ صفحہ ۱۱)

رڈ معائنہ کی رائے بتیج ۲۵ جولائی ۱۹۵۷ء میں ملاحظہ کیجئے۔ جس میں انہوں نے جماعت احمدیہ کی تبلیغی کیفیت کو آریہ سماج کے لئے ایک "خوفناک آتش فشاں پہاڑ" سے تشبیہہ دی تھی۔ اور پادری زویمر کی رائے پڑھ لیجئے۔ جو ۱۹۳۱ء میں قادیان آیا تھا۔ جس نے ہمارے تبلیغی لٹریچر کو دیکھ کر کہا تھا۔ "یہ ایک اسلحہ خانہ ہے جو ناممکن کو ممکن بنانے کے لئے تیار کیا گیا ہے۔"

غانا (مغربی افریقہ) کی ایک یونیورسٹی کے پروفیسر ایس جی ولیم سن نے ایک کتاب لکھی ہے "Christ or Mohd" اس کے اقتباس کا یہ ترجمہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

"غانا کے شمالی حصہ میں رومن کیتھولک کے سوا عیسائیت کے تمام اہم فرقوں نے محمد کے پیروؤں کے لئے میدان خالی کر دیا ہے۔ اشانٹی اور گولڈ کوسٹ کے جنوبی حصوں میں عیسائیت آجکل ترقی کر رہی ہے۔ لیکن جنوب کے حصوں میں خصوصاً ساحل کے ساتھ ساتھ احمدی جماعت کو عظیم فتوحات حاصل ہو رہی ہیں۔ توقع کہ گولڈ کوسٹ جلد ہی عیسائی بن جائے گا اب معرض خطر میں ہے اور یہ خطرہ ہمارے خیال کی وسعتوں سے کہیں زیادہ ہے۔ کیونکہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ایک خاصی تعداد احمدیت کی طرف کھنچی چلی جا رہی ہے۔ اور یقیناً یہ صورت عیسائیت کے لئے کھلا چیلنج ہے۔"

آپ دنیا کا نقشہ سامنے رکھئے۔ قادیان کی سرزمین سے اٹھنے والی آواز دنیا کی کس آبادی تک نہیں پہنچی؟ اس نے کس زمین میں حجازی پھول نہیں اگائے۔ حقیقت یہ ہے کہ صدیوں کی اسلامی تاریخ میں آپ کو تبلیغ کا یہ ہمہ گیر نظام کہیں نظر نہ آئے گا .... غریب احمدی جو اپنا پیٹ کاٹ کر یورپ کی طرف مسلم مشنری بھیج رہے ہیں۔ ذرا اس کی ایک جھلک کسی اور جماعت میں بھی ہمیں کوئی دکھا دے۔ مسلمانوں کی کس درسگاہ میں آج گریجوایٹ اپنی زندگیاں اشاعت اسلام کے لئے وقف کر رہے ہیں۔ آج احمدی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کو پھیلانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا چکے ہیں۔ لیکن اگر کوئی دیکھنا نہیں چاہتا تو اس میں ہمارا کیا قصور؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لگایا ہوا پودا تناور درخت ہو چکا ہے۔ اور اب تو گلستان عیسےٰؑ کی عندلیبیں اس کی شاخوں پر آکر نغمہ ریز ہو رہی ہیں۔ مسیح پاک نے جو فرمایا تھا ہم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگاہ زور دار

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی بعثت کا بنیادی مقصد

قرآن مجید ہی محکم اور زندہ کتاب ہے

(از مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل)

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدم سے لے کر ہر نبی آخری زمانہ کے سب سے بڑے فتنہ دجال سے ڈراتا آیا ہے اور میں بھی اسی سے ڈراتا ہوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب دریافت فرمایا کہ دجال کے فتنہ سے بچنے کا کیا طریق ہے؟ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص سورہ کہف کی ابتدائی اور آخری آیات تدبر اور غور سے پڑھے گا وہ فتنۂ دجال سے محفوظ رہے گا۔

سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ایسی قوم کا ذکر ہے جو اللہ تعالےٰ کے لئے ابنیت کے عقیدہ کے ساتھ ساتھ اس مشن کو لے کر کھڑی ہوتی ہے کہ قرآن مجید کے محکم اور دائم ہونے کے خلاف آواز بلند کرے۔ آخری حصہ آیات میں ان کی اعلیٰ صنعتوں اور کاریگری کا ذکر ہے اسی سلسلہ میں یاجوج ماجوج کا بھی بیان ہوا ہے جو دنیوی طور پر غیر معمولی ترقی کرنے والے گروہ ہیں۔ گویا سورۂ کہف کی ابتدائی آیات میں دجالی طاقتوں کے مذہبی عقیدہ و عمل کا ذکر ہے اور آخری آیات میں ان کی دنیوی صنعتوں کا بیان ہے۔

تیرھویں صدی ہجری اسلام کے لئے بہت بڑے صدمات کا موجب ہوئی ہے اس میں دجالی طاقتوں نے خروج کیا اور مشرق و مغرب میں اپنے فتنہ کو پھیلایا یہ طاقتیں اس مشن کو لے کر اٹھیں کہ قرآن مجید (معاذ اللہ) ایک بے کار کتاب ہے اور اس کے ذریعہ انسانوں کی نجات ممکن نہیں وہ حضرت مسیح کی ابنیت کا بھی اعتقاد رکھتے ہیں۔ انہوں نے انتہائی کوشش کی کہ قرآن مجید کی تعلیمات میں نقص ثابت کریں اور انہیں ناقابل عمل ٹھہرائیں۔ اس مغربی فتنہ کی آغوش میں ایک اور مشرقی فتنہ بھی اسی کے ہمرنگ ظہور پذیر ہوا۔ اور اس تحریک کا نصب العین بھی قرآن مجید کو ناقص اور ناقابل عمل ٹھہرانا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی یخرج الدجال من ارض بالمشرق یقال لہا خراسان (کہ دجال کا خروج مشرق کی ایک زمین سے بھی ہوگا جسے خراسان کہتے ہیں) کے عین مطابق تیرھویں صدی ہجری کے نصف ثانی میں بہائی فتنہ نے ان طاقتوں کے فتنہ کے ہم آواز ہوکر یہ آواز بلند کی کہ (نعوذ باللہ) قرآن مجید ایک منسوخ کتاب ہے اور اب اس پر عمل کرنے سے نجات نہیں مل سکتی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا تھا۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

کہ ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ جب تیرھویں صدی میں بیرونی دنیا کی طرف سے اور بعض بظاہر مسلمانوں کے فرقے کہلانے والوں کی طرف سے قرآن مجید میں نقائص ثابت کرنے کی جدوجہد پورے زور سے شروع ہوئی اور ان لوگوں نے چاہا کہ قرآن مجید کو منسوخ قرار دیدیں۔ تب اللہ تعالےٰ نے حفاظت قرآن کریم کے لئے اپنے فرستادہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تا وہ دجالی فتنہ کو پاش پاش کرے اور دجالی منصوبہ کو ناکام و نامراد کرے اسے یکسر الصلیب اور قاتل الدجال قرار دیا گیا اور اسے اس لئے کھڑا کیا گیا تا وہ سچے مسلمانوں کی ایسی جماعت قائم کرے جو اس کے بتائے ہوئے طریق پر آخری زمانہ کے فتنوں کی سرکوبی کریں اور اس کے نہج پر دجالی طاقتوں کا مقابلہ کریں۔

یہ وہ مشن ہے جس کے لئے اللہ تعالےٰ نے دجال اکبر اور دجال اصغر کے خروج کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے سارے کاموں اور جملہ کارناموں کی بنیاد اس تعلیم پر ہے کہ قرآن مجید ایک زندہ کتاب ہے اور وہ کبھی منسوخ نہ ہوگی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا

(الف) ”خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے۔ اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے“ (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۴)

(ب) ”تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے۔ وہ آسمان پر عزت پائیں گے جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔“ (کشتی نوح صفحہ ۱۳)

یہ وہ نصب العین ہے جسے پورا کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ہے اور یہی وہ مقصد ہے جس کے لئے جماعت احمدیہ کو قائم کیا گیا ہے۔ اور یہی مسیح موعود علیہ السلام کا بنیادی مشن ہے۔ گویا اس زمانہ کا مامور قرآن مجید کی عظمت اور بزرگی کو قائم کرنے اور دجال کے فتنہ کو مٹانے کے لئے مبعوث ہوا ہے۔ یہی وہ مقصد ہے جسے پورا کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کے ہر فرد کو پوری جدوجہد کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

آمین

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں کیا دیا"

(از مکرم مولوی غلام باری صاحب سیف ربوہ)

مولوی ابوالحسن علی صاحب ندوی نے اپنی کتاب قادیانیت کے چوتھے باب میں جس کا عنوان ہے "قادیانیت نے ہمیں کیا دیا" لکھا ہے

"اگر ان کی (مراد مسیح موعودؑ ناقل) تصنیفات سے ان مضامین کو خارج کر دیا جائے جو حیات مسیح و نزول مسیح اور ان کے دعاوی اور ان سے پیدا ہونے والے مسائل و مباحث سے متعلق ہیں تو ان کے تصنیفی کارنامہ کی ساری اہمیت اور وسعت ختم ہو جائے گی ...... مرزا غلام احمد صاحب نے درحقیقت اسلام کے علمی اور دینی ذخیرہ میں ایسا اضافہ نہیں کیا جس کے لئے اصلاح و تجدید کی تاریخ ان کی معترف اور مسلمانوں کی نسل جدید ان کی شکر گزار ہو انہوں نے نہ تو کوئی عمومی دینی خدمت دانجام دی جس کا نفع دنیا کے سارے مسلمانوں کو پہنچے نہ وقت کے جدید مسائل میں سے کسی مسئلہ کو حل کیا ------ نہ اس نے یورپ اور ہندوستان کے اندر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام دیا ہے"۔

(قادیانیت صفحہ ۲۲۱ تا صفحہ ۲۲۳)

تعجب ہے کہ جب انسان حقائق سے آنکھیں موندھ لیتا ہے تو وہ کس طرح حقائق کا انکار کرتا ہے وہ شخص جس کی مساعی جمیلہ نے مذہبی دنیا میں ایک تھلکہ برپا دیا۔ جس کی مساعی اور علمی تفوق کے اپنے اور بیگانے معترف ہوئے جس نے ہر ضروری مذہبی مسئلہ پر قلم اٹھایا اور جسے ابوالحسن صاحب کے اکابر نے "فتح نصیب جرنیل" کہا اس کا کوئی تصنیفی کارنامہ آپ کو نظر نہیں آیا۔ کسی نے شاید اسی موقعہ کے لئے کہا ہے

"وعین الرضا عن کل عیب کلیلۃ
کما ان عین السخط تبدی المساویا"

"جس طرح رضامندی کی آنکھ کو کوئی عیب نظر نہیں آتا اسی طرح ناراضگی کی آنکھ کو سوائے برائی کے کچھ نظر نہیں آتا۔ یا تو مصنف کے تعصب نے اس سے یہ فقرات لکھوائے ہیں اور یا پھر یہ حقیقت ہے کہ مصنف نے خود براہ راست حضرت مرزا صاحب کی کتب کا مطالعہ نہیں کیا اور ایک جائزہ لینے والے کے لئے ہرگز روا نہیں کہ وہ بانی تحریک کی اپنی کتب اور اس کے کام کا وسیع مطالعہ کئے بغیر کوئی رائے قائم کرے۔

اگر مصنف صرف حضور کی پہلی کتاب براہین احمدیہ کا ہی مطالعہ کرتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس عظیم الشان انسان نے خدا داد علم کی بناء پر کس طرح اسلام۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی صداقت پر ناقابل تردید دلائل پیش کئے ہیں۔ الہیات کی جو لطیف اور عمدہ بحث اس کتاب میں کی ہے شاید مصنف "قادیانیت" نے اس کا مطالعہ نہیں فرمایا اور اگر کتاب پڑھنے کے لئے وقت نہ تھا تو کسی غیر کا نہیں اہلحدیث کے ایڈوکیٹ "اشاعۃ السنۃ" کے ایڈیٹر مولوی محمد حسین کا مندرجہ ذیل ریویو اس کتاب کے متعلق پڑھ لیتے۔

"اب ہم اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔ اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ اور برہم سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔ (اشاعۃ السنۃ جلد ۷ صفحہ ۱۶۹)

گویا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے نزدیک یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی نظیر اس وقت تک اسلام میں شائع نہ ہوئی تھی اور غیر مسلموں نے بھی اسے محسوس کیا۔ چنانچہ لیکھرام نے جواب لکھنا چاہا پنڈت اگنی ہوتری نے جواب لکھنا چاہیے۔ پادری بی ایل ٹھاکرداس نے جواب لکھنا چاہا۔ یہ میرے مضمون کا حصہ نہیں کہ پھر ان کا کیا حشر ہوا لیکن اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کی تصنیف سے دشمنان اسلام کے قلعوں میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ پھر اس کتاب میں خدا تعالےٰ کی ہستی پر جو دلائل اور مشاہدہ پیش کیا اور "ہے" اور "ہونا چاہیئے" کا جو فرق بیان کیا گیا۔ کیا ایک خشک منطقی وہ چیلنج پیش کر سکتا تھا جو آپ نے اسلام کی صداقت کے اظہار کے لئے دنیا کو نشان نمائی کے لئے دیا۔ کیا کوئی عالم یہ کر سکتا ہے۔ ایک عالم صرف دلیل دے سکتا ہے لیکن خدائی تائید کا دکھانا اس کے بس کا روگ نہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اے نادانو! تمہیں مردہ پرستی میں کیا مزہ ہے اور مردار کھانے میں کیا لذت۔ آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے اور کس قوم کے ساتھ ہے .... اگر تم کو شک ہو تو آؤ چند روز میری صحبت میں رہو اگر خدا کے نشان نہ دیکھو تو مجھے پکڑو اور جس طرح چاہو تکذیب سے پیش آؤ۔

(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۶۱ تا ۶۲)

پھر حضور فرماتے ہیں:۔

"ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلےٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائیگا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں"

(کشتی نوح صفحہ ۲۰)

کیا یہ الفاظ اس بات پر دلالت نہیں کرتے کہ حضرت مرزا صاحب نے اس ذات احدیت کو جو مرور زمانہ سے نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی اور جسے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دکھایا تھا اسی خدا کو پھر بنی نوع انسان کے سامنے پیش کیا۔

پس حضرت مرزا صاحب نے دلائل بھی پیش فرمائے اور مشاہدہ بھی پیش کیا اور دنیا کو اس کا مشاہدہ کروانے کے لئے چیلنج پیش کیا۔ انہوں نے ہمیں اس ذات یگانہ کی طرف متوجہ کیا اور اس طور سے کیا کہ بہرے بھی سننے لگے اور غفلت کے لحافوں میں دبکے ہوئے بھی بیدار ہو گئے ناظرین غور فرمائیں کہ یہ علمی خدمت ہے یا نہیں کہ بانئے احمدیت نے بھرے جلسے میں جہاں تمام مذاہب کے نمائندہ جمع تھے مقابل میں ان پانچ سوالوں کے جواب دئے۔ کیا یہ سوالات علمی ہیں یا نہیں ؟

(۱) انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں
(۲) انسان کی زندگی کے بعد کی حالت عقبیٰ
(۳) دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے اور اس غرض کی تکمیل کے اسباب
(۴) کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا و عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔
(۵) علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع اور وسیلے۔

اور جب ان سوالوں کے جوابات حضرت مرزا صاحب کی طرف سے دئے گئے۔ بعض دیگر مقررین نے بھی اپنی تقاریر کا وقت حضرت مرزا صاحب کو دے کر ان سوالوں کے جوابات سننے کے لئے منتظمین جلسہ سے اصرار کیا تھا کیا صرف اس مضمون کو سننے کے لئے ایک دن اور بڑھایا گیا تھا یا نہیں ؟ اور دوسرے مقررین کو دو گھنٹہ وقت ملا تھا کیا اس مضمون کے لئے ۷½ ساڑھے سات گھنٹے وقت نہ دیا گیا تھا۔ اور کیا اس لیکچر کو سن کر مولوی محمد حسین صاحب نے نہ کہا تھا آج اسلام کو نمایاں فتح ہوئی۔ یہ لیکچر "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے نام سے شائع ہو چکا ہے اور میں مصنف قادیانیت سے درخواست کرونگا کہ وہ صرف اسی ایک کتاب کو پڑھ لیں اور یہ تمام مضامین جو وہاں پڑھے گئے تھے ایک کتاب کی شکل میں شائع ہو گئے تھے ان کا اور اس مضمون کا موازنہ کرلیں اور اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ میں مضمون کے متعلق جو تعریفی کلمات شائع ہوئے تھے ان کو بھی دیکھ لیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وحی و الہام پر بھی تفصیلی بحث کی اس کی اقسام بیان کیں تحدیث النفس اور من جانب اللہ رویا و کشوف کا فرق بیان کیا۔ آپ نے اس پر بھی بحث کی کہ الہام دل کے خیالات کا نام نہیں اور الہام

فطری ملکہ بھی نہیں۔ کیا یہ بحث علمی کہلا سکتی ہے یا نہیں؟ اگر اس زمانہ میں کسی شخص نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہو تو ازراہ کرم اس کتاب کا نام بتلا دیجئے اگر مصنف قادیانیت آنس کتاب کا مطالعہ کیا ہو تو حضرت مرزا صاحب کے خیالات اس مسئلہ پر مطالعہ فرمانے کے بعد باحوالہ موازنہ کر دیں تا کہ دنیا خود مرزا صاحب کے کارناموں کا موازنہ کرے۔

فرشتوں کے متعلق توضیح مرام میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بحث کی کیا یہ بحث ضروری اور اہم اور علمی ہے یا نہیں؟

معجزات پر سرمہ چشم آریہ میں بحث کی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے معجزہ کی جو جامع اور مانع تعریف کی ہے اور جو چار اقسام معجزات علمیہ۔ معجزات عقلیہ۔ معجزات برکات روحانیہ۔ معجزات تصرفات خارجیہ بیان کی ہیں۔ اس کی نظیر کہیں اور دکھا دیں۔

ایسے ہی آپ نے روح کے انادی نہ ہونے پر مفصل بحث کی کیا یہ بحث ایسے ملک میں کہ جہاں ہندو مذہب کا زور تھا ضروری تھی یا نہیں؟ پھر کیا اسلام پر غلامی اور لونڈیوں کا اعتراض ہوتا تھا یا نہیں کیا یہ بحث ضروری تھی یا نہیں اسے سرمہ چشم آریہ میں ملاحظہ فرمائیے۔ اور شق القمر پر بحث ایک مسلمان متکلم کو اس ملک میں کرنا چاہیئے تھی یا نہیں۔

کیا یہ دعوےٰ کہ قرآن کا ایک شوشہ بھی منسوخ نہیں ہو سکتا۔ اور ان حالات میں جبکہ بڑے بڑے ائمہ ناسخ و منسوخ کے قائل ہوں کوئی اہم اور علمی بحث ہے یا نہیں۔

نبوت کی ماہیت، کیفیت اس کی خاصیت اس کی تعریف قاضی عضدؒ سے کر علامہ شبلیؒ تک آپ مطالعہ کر جائیے جس طرح تحقیقاتی عدالت میں مسلمان کی تعریف علماء نہ کر سکے تھے یہی حالت کم و بیش یہاں ہے کیا اس مسئلہ پر بحث ضروری تھی یا نہیں؟ اس کے لئے آپ حضرت مرزا صاحب کی کتاب تجلیات الٰہیہ اور دوسری کتب مطالعہ فرمائیں۔

آئینہ کمالات اسلام میں مرتبہ وجودی اور شہودی کی بحث۔ فنا۔ بقاء۔ لقاء عالم صغیر اور کبیر کی بحث کا مطالعہ کیجئے قرآن مجید کی متعدد آیات بلکہ مشکل اور اہم مقامات کی تفسیر آپ کی کتب میں مطالعہ فرمائیے۔ نجات کے متعلق مفصل بحث۔ انبیاء علیہ السلام کی اجتہادی غلطی کی حکمت پر بحث۔ فلسفہ یعنی عقل اور وحی الٰہی کے فرق پر آپ کی کتب میں بحث موجود ہے یا نہیں؟

اس زمانہ کی ایک عظیم گمراہی نیچریت کی تردید آپ نے فرمائی اور دعا آپ نے معرکۃ الآراء تصنیف فرمائی۔ اس مسئلہ پر دراصل وہی شخص کما حقہ روشنی ڈال سکتا ہے جس نے قبولیت دعا کا ایسا مشاہدہ کیا تھا کہ جس کی نظیر اس زمانہ میں پائی نہ جاتی تھی۔

از دعا کن چارہ آزار انکار دعا
چوں علاج مے ز مے وقت خمار التہاب
ایکہ گوئی گر دعا را اثر بودے کجاست
سوئے من بشتاب بنمایم ترا چوں آفتاب
ہاں مکن انکار زیں اسرار قدرتہائے حق
قصہ کوتہ کن ببیں از ما دعائے مستجاب

(برکات الدعا)

آپ نے منکرین حدیث اور اہلحدیث کے مسلک پر تبصرہ فرمایا اور قرآن۔ سنت اور حدیث کے درجات کی تعین کی۔ اس بارہ میں سنت کی جس طرح تشریح اور اس پر محاکمہ فرمایا کیا یہ کوئی علمی بحث ہے یا نہیں؟ اور یہ بحث "ریویو بر مباحثہ چکڑالوی" "کشتی نوح" میں پڑھ کر فرمائیے کہ کیا سنت کی یہ تشریح ہی آپ کے حکماً عدلاً ہونے پر دلیل ہے یا نہیں۔

پھر آپ کا یہ دعوےٰ اور اس پر عربی زبان میں کتاب کی تصنیف کہ عربی زبان ام الالسنہ ہے کیا اس جانب قوم نہیں کہ اسلام ہی عالمگیر مذہب ہے اگر یہ ثابت ہو جائے کہ دنیا کی تمام زبانوں کی ماں عربی زبان ہے تو مکہ کا ام القریٰ ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ اور اسلام کا مکمل اور آخری شریعت ہونا بھی ثابت ہے

پھر یہ تحقیق کہ حضرت باوا نانک مسلمان تھے۔ سکھوں میں تبلیغ اسلام کے لئے کیا کچھ کم اہمیت رکھتا ہے۔ حضور کی اس تحقیق کو ست بچن میں ملاحظہ فرمائیے۔ پھر اشاعت اسلام کے لئے حضور نے پانچ شاخیں حضور . . . . . نے تجویز فرمائی ہیں۔ قرآن مجید کی تعریف۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عشق۔ اور مسلمانوں کے جذبہ ملی کو ابھارنے کے لئے جو منظومات آپ نے پیش فرمائی۔ وہ بھی کم اہمیت نہیں رکھتیں۔ تینوں امور کے لئے صرف آپ کا ایک ایک شعر پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

اور آنحضرت صلعم کی مدح میں تو آپؑ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ یہ تمام اقتباسات "محامد خاتم النبیین" اور "شان رسولؐ" کتاب میں جمع ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہان محمدؐ

اگر آپ اور کوئی کام نہ کرتے اور صرف مسیح ناصریؑ کی وفات ثابت کر دیتے تو آپ کا صرف یہ کارنامہ ہی عظیم الشان تجدید تھی۔ عیسائیت کا خاتمہ صرف اور صرف اسی ایک حربہ سے ہو سکتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کے لٹریچر کے متعلق مصنف قادیانیت کو چاہیئے کہ وہ اپنے بزرگوں میں سے ایک بزرگ کے یہ الفاظ ہی پڑھ لیں۔

"مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ میں اُن سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جب کہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے"۔

اور مرزا حیرت دھلوی سے سُن لیجئے۔

"اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندی ہند میں بھی اس قوت کا لکھنے والا نہیں . . . . اس کا پر زور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اسکی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے"۔

اب میں نہایت اختصار کے ساتھ مصنف کی اس رائے کے متعلق عرض کروں گا "کہ نہ یورپ اور ہندوستان کے اندر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کوئی قابل ذکر کارنامہ سرانجام دیا ہے" شاید اس سے بڑی غلط بیانی کسی نے کی ہو۔ جماعت احمدیہ جس کا خمیر ہی تبلیغ سے تیار کیا گیا ہے جس کی بعثت کا مقصد ہی تکمیل اشاعت ہے جس نے پون صدی میں دنیا کے ہر گوشہ تک اسلام کا پیغام پہنچا دیا۔ جس نے عیسائیت کا طلسم توڑ کر رکھ دیا اس کے متعلق آج ایک شخص کہتا ہے کہ اس نے یورپ اور ہندوستان کے اندر تبلیغ کا کوئی قابل ذکر کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔

جس جماعت کی مساعی کے متعلق مولانا عبدالماجد دریابادی رطب اللسان ہیں جس کے متعلق مولانا نیاز فتحپوری ببانگ دہل اعلان کر رہے ہیں۔ جس کے مشنوں کے متعلق اختر علی مرحوم یورپ کے دورہ سے واپس آکر رطب اللسان رہے۔ یہاں سے بعض متعصب لوگوں نے جا کر جب ہمارے مشن دیکھے تو یہاں آکر علی رؤوس الاشہاد انہوں نے تعریف کی۔ اب تو خدا تعالےٰ کے فضل سے یورپ کی بعض یونیورسٹیوں میں احمدیت پر "Theses" لکھے جا رہے ہیں "Life" جیسے مشہور و معروف رسالہ کا نامہ نگار مشرقی افریقہ میں پہنچ کر ہمارے مشنریوں کے طریق کار کا مطالعہ کرتا ہے اور واپس آکر ہمارے مشنریوں کے انداز تبلیغ کے متعلق اپنے رسالہ میں فوٹو دیتا ہے۔ عیسائی کلیسیا نے ایک کمیشن بھجوایا کہ افریقہ میں عیسائیت کی تبلیغ کیوں مؤثر نہیں رہی اور وہ رپورٹ کرتے ہیں کہ اگر ایک مسلمان کو ہم عیسائی بناتے ہیں تو احمدی دس عیسائیوں کو مسلمان کر لیتے ہیں۔ یورپ کے قلب میں کلیسوں کے پہلو میں مساجد کا قیام۔ قرآن کریم کا متعدد زبانوں میں ترجمہ یہ تو کوئی قابل ذکر تبلیغی کارنامہ نہ ہوگا؟ دور نہ جائیے۔ "ربوہ کی سیر" کے عنوان کے ماتحت "المنیر لائلپور" میں جو آرٹیکل چھپتے رہے ہیں ذرا ان کو مطالعہ کر لیجئے۔ شاید آپ کو ہماری تبلیغی کارناموں کا کچھ علم ہو جائے۔

ملکانہ کے علاقہ میں جب آریہ سماج نے شدھی کی تحریک شروع کی تھی۔ تو کس ایثار پیشہ جماعت نے اس کا مقابلہ کیا تھا۔ اسی موقعہ پر تو ایک معاند احمدیت نے کہا تھا۔

"آریہ سماج کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسد بے جان تھا جس میں تبلیغی حس مفقود ہو چکی۔ سوامی دیانند کی مذہب اسلام کے متعلق بدظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لئے چوکنا کر دیا۔ مگر حسب معمول جلدی خواب گراں طاری ہو گئی۔ مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا . . . . . . مرزا غلام احمد صاحب کا اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابل تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کے لئے نمونہ ہے"۔

(فتنہ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں صفحہ ۴۲ مصنفہ افضل حق)

موج کوثر کے مصنف کی رائے بھی سن لیجئے

"مشنریوں اور مغربی علماء کے اعتراضوں کو جدید متکلمین اور عام مناظرین کی مدافعت اور احمدی مبلغوں کے جوابی حملوں نے کند کر دیا تھا اور اب اس بات کا ڈر بہت کم تھا کہ ان کی وجہ سے مسلمان مرتد ہو جائیں گے یا دوسری قوموں کو انہیں بنظر حقارت دیکھیں گی"۔ (موج کوثر صفحہ ۱۲۷)

اور نہیں تو احمدیہ جماعت کی تبلیغی تنظیم سے متعلق مولانا محمد علی صاحب مرحوم جوہر کی رائے ہمدرد دہلی ۲۶ ستمبر ۱۹۲۷ء میں ملاحظہ کیجئے۔ (باقی صفحہ پر)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے دشمنوں سے سلوک

(از مکرم پروفیسر بشارت الرحمن صاحب ایم۔اے (ربوہ))

اس مضمون میں دو مقاصد پیش نظر ہیں ایک کا تعلق خود ہم سے ہے جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جملہ دعاوی پر صدق دل سے ایمان رکھتے ہیں۔

دوسرا مقصد اُن مسلمان بھائیوں سے متعلق ہے جنہوں نے ابھی تک حضور علیہ السلام کی آواز پر لبیک نہیں کہا لیکن حق اور سچائی کے حصول کی تڑپ وہ اپنے دل میں رکھتے ہیں۔

جو امر خود احمدیہ جماعت سے تعلق رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مامورین کو اس لئے مبعوث فرماتا ہے تا ان پر ایمان لانے والے ان جیسا بننے کی کوشش کریں اپنے قلب پر ان کا رنگ چڑھانے کی پوری پوری سعی کریں اور ان کے ساتھ اخلاقی اور روحانی مناسبت علیٰ قدر مراتب پیدا کریں۔ ایسا کرنے والے ہی قیامت کے روز انبیاء کی شفاعت کے اللہ تعالیٰ کے اذن سے مستحق قرار دیئے جائیں گے کیونکہ شفاعت کے معنے ہیں جوڑا ملانا۔ دو ایک جیسی چیزوں کو ملا دینا یا اپنے ساتھ مناسبت رکھنے والے وجود کو اپنے ساتھ ملا لینا۔ مثلاً ایک اُمتی نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور شبیہ اپنے قلب پر اتار لے اور حضور کے رنگ میں رنگین ہو جائے۔ اور اس نے آنحضور سے محبت عشق اور فدائیت کا تعلق قائم کیا۔ اب اس شخص اگر اپنے اعمال کے نقصان کے باعث جنّت کا مستحق نہ ہوگا تب بھی اللہ تعالیٰ کے اذن سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُسے روز محشر اس طرح اپنے ساتھ ملا لیں گے اور اپنی طرف کھینچ لیں گے جس طرح مقناطیس لوہے کو کھینچ لیتا ہے آپ اللہ تعالیٰ سے اذن پاکر اس کے حضور عرض کریں گے کہ بار خدایا یہ تیرا بندہ اگرچہ گنہگار ہے۔ اس کے گناہ اُسے جنت میں جانے سے روک رہے ہیں لیکن اس کے قلب پر میری تصویر نظر آرہی ہے گو خواہ کتنی ہی ہلکی ہے پھر بھی ہے تو میری ہی تصویر۔ اس نے مجھ جیسا بننے کی کوشش کی تھی۔ اس کے دل میں میری محبت موجزن تھی۔ پس میرا عاشق اور محب میرے ساتھ ہی رہے۔ اسی کا نام شفاعت ہے چنانچہ ایک بار ایک اصحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا آخرت میں کیا مقام ہوگا۔ میں اعمال کے لحاظ سے تو اپنے اندر کوئی خوبی نہیں دیکھتا۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ

"انسان آخرت میں ان کے ساتھ ہوگا جن سے وہ محبت کرتا تھا"۔

اس زمانے میں اسوۂ نبیؐ کو زندہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمارے درمیان مبعوث کیا اگر ہم حضور علیہ السلام کی سیرت کو اپنانے کی پوری کوشش کریں اور حضور علیہ السلام سے سچی محبت کا بہر حال یہی تقاضا ہے کہ ہم حضور کی سیرت کو اپنائیں تو یقیناً قیامت کے دن ہم حضور کی اور حضور کے آقا اور سردار آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت کے مستحق ہوں گے۔

غصّے اور بغض یا انتقام کی وجہ سے انسان کے جذبات اپنے دشمنوں کے لئے کتنے تلخ ہوتے ہیں۔ خصوصاً اگر ہم مظلوم ہوں اور ہمارا دشمن ظالم۔ لیکن اگر ہم قیامت کے دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کے مطاع اور آقا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے دشمنوں کے لئے بھی وہی جذبات پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جو ان دو پاک وجودوں کے دل میں تھے۔ لیکن اپنے جوش و غضب کو دبانا اور انتقامی جذبات کو ٹھنڈا کرنا بہت ہی مشکل امر ہے۔ اس کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے ہی دعا کریں کہ وہ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کے فرستادگان کے نقش قدم پر چل سکیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:-

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا۔

یعنی اگر واقعی کسی شخص کے دل میں یہ خواہش موجزن ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست مضبوط تعلق پیدا کرے۔ اسے یوم آخرت پر بھی یقین ہو اور اس کی دلی تمنا ہو کہ اُس زندگی میں بھی اُسے مراتب عزّت ملیں (وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا) اور اس مقصد کے حصول کے لئے وہ دعائیں بھی کثرت سے کرتا ہو تو اُسے عملی طور پر ضرور اپنے رسولؐ کے نمونہ کی پیروی کرنا ہوگی

دوسرا مقصد جس کا تعلق ان متلاشیان حق سے ہے جنہوں نے ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شناخت نہیں کیا۔ یہ ہے کہ وہ اگر صرف اس امر میں ہی حضور کی سیرت پر غور کریں کہ حضور نے اپنے دشمنوں سے کیا سلوک کیا۔ تو قرآن کریم کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق وہ حضور کی صداقت کو پرکھ سکتے ہیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ۔

یعنی سب سے بڑے ظالم دو قسم کے لوگ ہیں۔ ا۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹا بطور وحی اور الہام منسوب کریں
ب۔ جو کسی سچے مامور کو جھٹلا دیں۔

اس وقت میدان میں ہمیں دو متقابل وجود نظر آتے ہیں۔

ا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پاک اور یقینی وحی پانے کے مدعی ہیں۔

ب۔ حضور کے مخالف جو حضور کو اپنے دعاوی میں نعوذ باللہ جھوٹا کہتے تھے

قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت کی رو سے دونوں فریق میں سے ایک ضرور اظلم ہے یعنی صرف ظالم نہیں بلکہ سب سے بڑا ظالم ہے۔ یعنی اس کا ظلم اپنی انتہا کو

پہنچا ہوا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ دونوں فریق میں سے جو بھی اظلم ہے۔ یعنی اپنی ظالمانہ فطرت اور عادات میں کمال کو پہنچا ہوا ہے وہ چھوٹے چھوٹے ظلموں کا ارتکاب بھی کرتا ہوگا۔ یہ امر عقلاً ممتنع اور محال ہے کہ ایک شخص چھوٹے چھوٹے ظلموں سے تو فطری طور پر متنفر معلوم ہو اور ان سے دور بھاگے اور نفرت کرے لیکن یکدم سب سے بڑے ظلم کا مرتکب ہو جائے۔ ایسا اظلم انسان اپنے دشمنوں کے حق میں بھی ظلم سے کام لیتا ہوگا۔ عفو و درگذر اور دشمنوں سے حسن سلوک تو اس کے پاس بھی نہیں پھٹک سکتے۔ کیونکہ یہ تو مومنوں اور خدا ترس لوگوں کی صفات ہیں نہ کہ۔ ایک اظلم یعنی بدترین ظالم انسان کی۔ اگر اس اصول کو ہم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام پر چسپاں کریں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ آپ نے اپنے دشمنوں پر چھوٹے سے چھوٹا بھی ظلم نہیں کیا۔ بلکہ ان سے جائز انتقام بھی نہیں لیا نہ صرف جائز انتقام نہیں لیا بلکہ اپنے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح انہیں کمال فراخدلی سے معاف کر دیا۔

اب خدا را ذرا سوچیئے کہ اللہ تعالےٰ پر افتراء کرنے والا قرآن کریم کے مطابق تو وہ شخص ہوتا ہے۔ جو دنیا میں سب سے بڑا ظالم اور سیاہ دل انسان ہو جس کے دل کے گوشوں میں۔ سوائے ظلم۔ عدوان اور مکر و فریب کے ہمیں کوئی اور چیز نہ ملتی ہو تو کیا ایسا رحیم و کریم انسان جو اپنے دشمنوں کے حق میں بھی مجسم عفو اور رحم ہو ـــــ مفتری علی اللہ اور سب سے بڑا ظالم قرار دیا جا سکتا ہے یقیناً بدترین ظلم اور اعلیٰ ترین عفو اور رحم ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔

آیئے اب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیں اور دیکھیں کہ اپنے بدترین دشمنوں کے حق میں حضور کے قلب مطہر کی کیا کیفیت تھی۔ صرف چند واقعات سے ہی اکتفاء کی جائے گی ؎

اک نشان کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

حضور کے ایک شدید مخالف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تھے۔ انہوں نے ہندوستان کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک حضور کے خلاف تکفیر کی آگ کو بھڑکا دیا۔ حضور علیہ السلام کو اپنے اس مخالف کا انجام جب اللہ تعالےٰ کی طرف سے معلوم ہوتا ہے تو آپ اس پر رحم کھاتے ہوئے کس درد سے فرماتے ہیں ؎

اے کہ بہرِ تکفیر من بستہ کمر

خانہ ات ویران تو در فکر دگر

یعنی اے وہ شخص جس نے مجھے کافر ٹھہرانے کے لئے اپنی کمر کس لی ہے۔ میں کشفی نظر سے دیکھ رہا ہوں کہ تیرا گھر ویران اور خراب ہو گیا ہے۔ تو کس فکر اور کن باتوں میں الجھ رہا ہے اس شخص کی مخالفت کا یہ حال تھا کہ قتل کے ایک جھوٹے مقدمہ میں جو عیسائیوں کی طرف سے ایک مسلمان پر دائر کیا گیا تھا وہ اس مسلمان کے خلاف عیسائیوں کا ہمدرد بن کر گواہی دینے کے لئے عدالت میں حاضر ہوا۔ ادھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جذبات ان ظلم کرنے والوں کے دل میں یہ تھے کہ آپ فرماتے ہیں ؎

اے دل تو نیز خاطر اینان نگاہ دار

کآخر کنند دعوائے حبِّ پیمبرم

یعنی اے دل تو ان کے ظلم کے باوجود ذرا ان کا خیال رکھنا۔ آخر یہ تیرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دم تو بھرتے ہیں۔

مولوی محمد حسین صاحب کے جذبات مخالفت کا یہ عالم تھا کہ وہ حضور علیہ السلام کو پھانسی دلوانے کی غرض سے عیسائیوں کے جھوٹے مقدمہ قتل میں ان کی طرفداری کر رہے تھے۔

اس قسم کی خطرناک سازش کے موقعہ پر ایک دنیادار آدمی اپنے مخالف کو زک پہنچانے کے لئے کیا کچھ نہیں کرتا۔ نہ صرف یہ کہ وہ اپنے مخالف کے خلاف سچی باتیں پیش کرنے سے نہیں چوکتا بلکہ ہزاروں جھوٹی تہمتیں بھی اس پر لگا دیتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالےٰ کے سچے فرستادہ نہ ہوتے اور صرف ذاتی وجاہت کو قائم کرنے کے لئے حضور نے یہ سلسلہ قائم نہ فرمایا ہوتا اور اگر آپ افتراء علی اللہ کے سب سے بڑے ظلم کے مرتکب ہوتے تو آپ کے لئے کونسا امر مانع تھا کہ محمد حسین صاحب بٹالوی کی گواہی کو کمزور کرنے کے لئے آپ اس کی طرف سچی جھوٹی باتیں منسوب کرتے مگر حقیقت یہ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے جائز نکتہ چینی کا ایک واقع پیش آتا ہے۔ لیکن آپ اس نکتہ چینی کی بھی اجازت نہیں دیتے۔

سیرۃ المہدی مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی ص۲۴۷ پر یہ روایت اس طرح درج ہے :-

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ مارٹن کلارک کے مقدمہ میں ایک شخص مولوی فضل الدین لاہوری حضور کی طرف سے وکیل تھا۔ یہ شخص غیر احمدی تھا اور شاید اب تک زندہ ہے اور غیر احمدی ہے۔ جب مولوی محمد حسین بٹالوی حضرت صاحب کے خلاف شہادت میں پیش ہوا تو مولوی فضل الدین نے حضرت صاحب سے پوچھا کہ اگر اجازت ہو تو میں مولوی محمد حسین صاحب کے حسب نسب کے متعلق کوئی سوال کروں۔ حضرت صاحب نے سختی سے منع فرما دیا کہ میں اس کی اجازت نہیں دیتا اور فرمایا لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ۔ مولوی شیر علی صاحب نے بیان کیا کہ یہ واقع خود مولوی فضل الدین نے باہر آ کر ہم سے بیان کیا تھا اور اس پر اس بات کا بڑا اثر ہوا تھا۔ چنانچہ وہ کہتا تھا کہ مرزا صاحب عجیب اخلاق کے آدمی ہیں۔ ایک پہلے درجے کا دشمن ہے اور وہ اقدام قتل کے مقدمہ میں آپ کے خلاف شہادت میں پیش ہوتا ہے اور میں اس کا حسب نسب پوچھ کر اس کی حیثیت کو چھوٹا کر کے اس کی شہادت کو کمزور کرنا چاہتا ہوں اور اس سوال کی ذمہ داری بھی مرزا صاحب پر نہیں تھی۔ بلکہ مجھ پر تھی۔ مگر میں نے پوچھا تو آپ نے بڑی سختی سے روک دیا۔ کہ ایسے سوال کی میں ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ خدا ایسے طریق کو ناپسند کرتا ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے نسب میں بعض معیوب باتیں سمجھی جاتی تھیں۔ واللہ اعلم۔ جن کو وکیل اپنے سوال سے ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ مگر حضرت صاحب نے روک دیا۔ دراصل حضرت صاحب اپنے ہاتھ سے کسی دشمن کی بھی ذلت نہیں چاہتے تھے۔ ہاں جب خدا کی طرف سے کسی کی ذلت کا سامان پیدا ہوتا تھا۔ تو وہ ایک نشان الٰہی ہوتا تھا۔ جسے آپ ظاہر فرماتے تھے۔"

اب قارئین غور کریں کہ اگر نعوذ باللہ من ذٰلک حضور علیہ السلام مفتری ہوتے تو کیا اپنے دشمن سے یہ سلوک کرتے خصوصاً جبکہ آپ کی اپنی جان خطرے میں تھی۔

آپ میں تو نہ صرف یہ کہ ظلم کا چھوٹے سے چھوٹا ذرہ نظر نہیں آتا بلکہ عفو اور رحم اپنے کمال کو پہنچا ہوا نظر آتا ہے۔ پس یقیناً آپ فرستادہ حق تھے۔

مندرجہ بالا مقدمہ میں جب آپ کو انگریز حاکم کیپٹن ڈگلس نے بری کر دیا۔ تو ڈگلس صاحب نے آپ کو کہا کہ آپ اپنے ان مخالفین پر قانونی چارہ جوئی کر سکتے ہیں مگر آپ نے فرمایا۔ میں ایسا نہیں کرنا چاہتا خدا نے مجھے اپنے وعدہ کے موافق بری کر دیا ہے۔ اور وہ میرا محافظ ہے مجھے انتقامی چارہ جوئی کی ضرورت نہیں۔

(سلسلہ احمدیہ مصنفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ ص۷۳)

اب دیکھئے کہ دشمنوں پر نہ صرف یہ کہ آپ ظلم نہیں کرتے بلکہ عفو اور درگذر سے کام لیتے ہیں۔

دوسری مثال مقدمہ دیوار کی ہے حضرت اقدس کے چچا زاد بھائی مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین صاحبان رات دن آپ کی مخالفت کرتے تھے۔ یہ لوگ بوجہ اپنی بے دینی کے ویسے بھی حضور کے مخالف تھے۔ مگر مخالفین کے اکسانے پر ان کا حسد اور کینہ انتہا کو پہنچ گیا تھا۔

سنہ ۱۹۰۰ء میں حضور کے متبعین کو تنگ کرنے کے لئے انہوں نے ایک دیوار کھینچ کر اس رستہ کو بند کر دیا۔ جو حضرت اقدس کے مہمان خانہ اور آپ کے گھر اور مسجد کو ملاتا تھا۔ اس شرارت نے احمدیوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ اب انہیں حضور سے ملنے کے لئے ایک لمبا چکر کاٹنا پڑتا۔ مجبور ہو کر حضور کو قانونی چارہ جوئی کرنا پڑی۔ آپ کی زندگی کی صرف یہی ایک منفرد مثال ہے کہ آپ کسی کے خلاف مدعی بنے ہوں۔ مگر اس حالت میں چونکہ وہ رستہ خاندان کا پرائیویٹ رستہ تھا اس لئے آپ کے سوا کسی اور کو قانونی چارہ جوئی کا حق نہیں پہنچتا تھا۔ اس لئے مجبوراً آپ کو مدعی بننا پڑا۔ حضور کو فتح ہوئی دیوار گرائی گئی آپ کے وکیل نے آپ کی اطلاع کے بغیر مخالفین پر خرچہ کی ڈگری لے کر اس کا اجراء کرا دیا سرکاری آدمی وصولی کے لئے قادیان آیا۔ اس وقت اتفاق سے حضور علیہ السلام گورداسپور گئے ہوئے تھے۔ مرزا امام الدین اور مرزا نظام الدین صاحبان کے پاس رقم نہ تھی۔ چنانچہ وہ کاذندہ قرقی کرنے پر مجبور ہوا۔ اس پر راتوں رات انہوں نے حضور علیہ السلام کے پاس گورداسپور میں ایک شخص خط دے بھجوایا کہ ہمیں اس ذلت سے بچایا جائے۔ حضرت اقدس کو

(باقی ص۸ پر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روس سے متعلق تین عظیم الشان پیشگوئیاں

(از مکرم عباد اللہ صاحب گیانی)

اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور پیروی میں مسیح الزمان بنا کر بھیجا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

چونکہ حضور کی بعثت کا تعلق تمام دنیا سے ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے حضور کی صداقت کے نشانات بھی تمام دنیا میں ظاہر کئے ہیں۔

۱۹۱۷-۱۸ء میں روس میں جو ہولناک انقلاب آیا۔ وہ اپنی مثال آپ تھا۔ اس انقلاب میں زارِ روس اور اس کا تمام خاندان خود روسیوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اور اس کی بیوی اور اس کی لڑکیوں کا جو حشر ہوا۔ دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر ملنا محال ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زارِ روس کے اس ہولناک خاتمہ سے متعلق ۱۹۰۵ء میں اپنے رب سے علم پاکر یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ:۔

آئے گا قہرِ خدا سے خلق پر اک انقلاب
اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار

....

خون سے مردوں کے کوہستاں کے آبِ رواں
سرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شرابِ انجبار
مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جن و انس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار
اک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربانی نشان
آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار
ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہِ ناشناس
اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دارومدار
وحیِ حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا
کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بردبار

[براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۲۰
تذکرہ صفحہ ۵۳۶]

حضور نے ۱۹۰۵ء میں یہ اعلان فرمایا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے بتایا ہے کہ روس میں ایک خوفناک اور ہولناک خون کی ہولی کھیلی جانے والی ہے۔ اس میں روس کا بادشاہ زار اور اس کا تمام گھرانہ تباہ برباد کردیا جائے گا۔ حضور نے اپنی اس پیشگوئی کو اپنی صداقت کا ایک نشان قرار دے کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ۱۹۰۵ء وہ زمانہ تھا جبکہ زار کی حکومت پوری قوت اور طاقت سے تمام روس پر چھائی ہوئی تھی اور لوگ اس کے نام سے بھی کانپتے تھے۔ اس وقت یہ بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی تھی کہ اتنے بڑے ملک کا ایسا زبردست بادشاہ بالکل ختم کردیا جائے گا۔ لیکن علام الغیوب خدا تعالےٰ جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔ جانتا تھا کہ اب مقدر ہے۔ اس نے اس لئے ۱۹۱۷-۱۸ء میں آنے والے خونی انقلاب سے متعلق اپنے مقدس مسیح کو ۱۹۰۵ء میں ہی سب کچھ بتا دیا۔ اور حضور نے اسی وقت اس کی اشاعت کردی۔ اور تمام دنیا کو بتا دیا۔ کہ میرا خدا مجھے بتا رہا ہے کہ عنقریب زارِ روس کو تباہ و برباد کردیا جائے گا۔ حضور کی اس پیشگوئی کے بعد زارِ روس اور اس کے گھرانہ کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ دنیا کے سامنے ہے خود روسیوں کے ہاتھوں اس کی وہ درگت ہوئی کہ دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ روسیوں نے نہ صرف اپنے اس عظیم الشان اور زبردست بادشاہ کے خاندان کو ہی چن چن کر ختم کیا۔ بلکہ اس کے پالتو جانور بھی گولیوں کا نشانہ بنا دیئے تاکہ وہ زندہ رہ کر لوگوں کو زارِ روس کی یاد نہ تازہ کرا سکیں اور اس طرح ۱۶ جولائی ۱۹۱۸ء کو روس کا یہ زبردست بادشاہ اپنی رعایا کی سختیاں جھیلتا ہوا اس دنیا سے رخصت ہوگیا اور خدا تعالےٰ کے مقدس مسیح کی پیشگوئی

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار

کی صداقت کو واضح کر گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے روس سے متعلق ایک دوسری پیشگوئی یہ بیان فرمائی کہ اک وقت ایسا مقدر ہے جبکہ روس کی زمین پر بھی احمدیت پھیل جائے گی اور روس میں کثرت سے لوگ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو قبول کرکے لا اِلٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا ہے

"میں اپنی جماعت کو رشیا کے علاقے میں ریت کی مانند دیکھتا ہوں۔"

(تذکرہ صفحہ ۸۱)

حضور کی یہ پیشگوئی بالکل واضح ہے اس میں حضور نے یہ بیان کیا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا جبکہ روس میں چاروں طرف احمدیت پھیل جائے گی۔ یہ درست ہے کہ موجودہ زمانہ کے اکثر لوگ اس بات کو محال یقین کریں گے اور کہیں گے کہ کمیونسٹوں کے ملک میں جہاں اس وقت چاروں طرف دہریت ہی دہریت ہے۔ اور لوگ مذہب اور خدا تعالےٰ کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ وہ کیونکر اسلام کو قبول کر سکتے ہیں اور احمدیت میں شامل ہو سکتے ہیں۔ لیکن سچا احمدی اس بات پر ایمان رکھتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جو جو وعدے فرمائے ہیں۔ وہ اپنے وقت پر پورے ہو کر رہیں گے۔

۱۹۰۵ء میں جب کہ حضور نے زارِ روس کے ہولناک حشر کی خبر دی تھی۔ اس وقت دنیا کو یہ بات عجیب معلوم ہوئی۔ کہ اتنے بڑے ملک کا بادشاہ کیونکر تباہ و برباد ہو سکتا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علام الغیوب اور قادرِ مطلق اللہ تعالےٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ جس بات کو ۱۹۰۵ء میں محال سمجھا جاتا تھا۔ وہ بات ۱۹۱۷ء میں ایک حقیقت بن کر دنیا کے سامنے آگئی۔ پس جس خدا تعالےٰ نے زارِ روس سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی پوری کی۔ وہی قادرِ مطلق خدا تعالےٰ ایسے حالات بھی پیدا کردے گا۔ جبکہ روس کے چپہ چپہ پر اسلام پھیل جائے گا۔ اور خدا اور مذہب کا مذاق اڑانے والے لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہو جائیں گے۔ اور اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے احمدیت کی صفوں میں آ کھڑے ہوں گے۔

روس سے متعلق حضور کی ایک تیسری پیشگوئی یہ ہے کہ:۔

"میں نے دیکھا کہ زارِ روس کا سونٹا میرے ہاتھ میں آیا ہے۔ وہ بڑا لمبا اور خوبصورت ہے۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو وہ بندوق ہے۔ اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ بندوق ہے۔ بلکہ اس میں پوشیدہ نالیاں بھی ہیں گو بظاہر سونٹا معلوم ہوتا ہے اور وہ بندوق بھی ہے"

الحکم ۳۱ جنوری ۱۹۰۳ء
تذکرہ صفحہ ۴۷۰

حضور کا یہ کشف اخبار بدر کے ۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء کے پرچوں میں بھی شائع ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے کہ یہ پیشگوئی کس رنگ میں پوری ہو گی۔ لیکن ہمارا ایمان اور یقین ہے کہ انشاء اللہ یہ بھی اپنے وقت پر عظیم الشان طریق سے پوری ہو کر رہے گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

اوقات روانگی دی یونائیٹڈ ٹرانسپورٹس سرگودھا

دفتر لاہور، جنرل بکنگ آفس سرگودھا، دفتر اے گروپ سرگودھا، دفتر بی گروپ سرگودھا جنرل منیجر اے گروپ سرگودھا

ٹیلیفون - ۴۴۴۹، ۲۴۳۸، ۲۴۶۸، ۲۱۶۳، ۲۳۹۳، مکان ۔ ۲۱۶۳

نمبر سروس	پہلی	دوسری	تیسری	چوتھی	پانچویں	چھٹی	ساتویں	آٹھویں	نویں	دسویں	گیارہویں
از سرگودھا برائے لاہور	۳½	۴½	۵½	۶½	۷½	۸/۴۵	۱۰.	۱۱½	۱۳	۱۴½	۱۶
از لاہور برائے سرگودھا	۳½	۵½	۷-۱۵	۸½	۱۰½	۱۲.	۱۳½	۱۴	۱۵	۱۶	۱۸
از سرگودھا برائے گوجرانوالہ	۵½	۱۰-۲۰	۱۵-۱۵								
از گوجرانوالہ برائے سرگودھا	۵½	۱۰-۲۰	۱۵-۱۵								

برائے چنیوٹ

لاہور سے دو بجے بعد دوپہر سروس چنیوٹ تک ہے

نوٹ:- لاہور سرگودھا کے درمیان پانچ گھنٹے اور سرگودھا، گوجرانوالہ کے درمیان سوا چار گھنٹے کا سفر ہے

اطلاع عام

جن بزرگوں امرائے جماعت اور عہدیداران نے تربیتی مضامین مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمدؓ صاحب مدظلہ العالی کے لئے اپنی طرف سے یا جماعتوں کی طرف سے آرڈر بھجوائے ہیں۔ ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ یہ قیمتی کتاب طبع ہوتے ہی انہیں بھجوا دی جائے گی۔

فضل الرحمن نعیم اتالیق منزل احمد نگر ربوہ